ارشد القادری کی کتاب زلزلہ کا تحقیقی و تنقیدی جواب

بریلوی فتنہ کا نیا روپ

مؤلفہ

مولانا محمد عارف سنبھلی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم



ارشد القادری کی کتاب زلزلہ کا تحقیقی و تنقیدی جواب

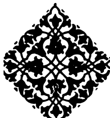
بریلوی فتنہ کا نیا روپ

مؤلفہ

مولانا محمد عارف سنبھلی اُستاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم



اشاعت دوم ——— اکتوبر ۱۹۷۶ء

باہتمام ——— اشرف برادرز لاہور

طباعت ——— عرفان افضل پرنٹنگ پریس، لاہور

کتابت ——— مکی سیف اللہ شفاقد

قیمت ———

مجلد ایڈیشن ———

ملنے کے پتے



ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی ——— لاہور

کتبخانہ دارالاشاعت — بندر روڈ ——— کراچی

مکتبہ دارالعلوم ——— کراچی ۱۴

ادارۃ المعارف، دارالعلوم ——— کراچی ۱۴

عنوانات اور مضامین کا اشاریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد رسول اللہ وآلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین.

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے بریلوی فرقہ کے ایک نئے مصنف ارشد القادری صاحب کی تازہ تصنیف

"زلزلہ"

کا تنقیدی جائزہ اور تحقیقی جواب ہے

ان چند سطروں کے بعد اگلے ہی صفحہ پر میرا ایک خط جو میں نے زلزلہ سے ہی متعلق مخدومی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کی خدمت میں لکھا تھا اور اس کے ساتھ ممدوح کی طرف سے اس کا جواب محترم ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے اس کو کتاب کا مقدمہ یا پیش لفظ سمجھ لیا جائے، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کتاب کے لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی اور ہم ہندوستانی مسلمانوں کے موجودہ حالات، میں یہ کام جو ہم جیسوں کے لئے کبھی بھی خوشگوار نہیں ہو سکتا ہم کو کیوں کرنا پڑا!

محمد عارف سنبھلی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جامعۃ الرشاد
اعظم گڑھ،

مصنف کا مکتوب

مولانا نعمانی مدظلہ کی خدمت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مخدوم و محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حال ہی میں ایک صاحب کے ہاتھ میں "زلزلہ" نام کی ایک کتاب نظر پڑی اس کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ بریلوی جماعت کی طرف سے یہ کوئی نئی کتاب لکھی گئی ہے اور اس کا طرز وہ نہیں ہے جو لب نکسان کی کتابوں کا رہا ہے میں نے ان صاحب سے اس کتاب کو ایک دو دن کے لئے لیا اور اس کو پڑھا۔

میرا احساس یہ ہے کہ یہ کتاب بہت سے لوگوں کے لئے گمراہی اور غلط فہمی کا باعث ہو سکتی ہے یہ تقریباً دو سو صفحات کی کتاب ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بڑی ہی پر فریب اور زہریلی کتاب ہے اس کا مدعا اور حاصل یہ ہے کہ علماء دیوبند رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے، اور حضرات اولیائے کرام کے لئے علم غیب اور عالم میں تصرف کی قدرت کا عقیدہ رکھنے کو تو شرک و کفر بتلاتے ہیں لیکن یہی علم غیب و تصرف وہ اپنی جماعت کے بزرگوں کے لئے مانتے ہیں۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم اور اولیائے کرام کے لئے جس کمال کے ماننے کو وہ شرک کہتے ہیں وہی کمال وہ اپنے بزرگوں

کے لئے تسلیم کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی منوانا چاہتے ہیں ۔

اس کتاب میں یہ بات بڑے معصومانہ اور مظلومانہ انداز میں کہی گئی ہے اور ثبوت میں اکابر علمائے دیوبند کی عبارات پیش کی گئی ہیں ، اس کے مصنف کوئی صاحب ارشد القادری ہیں ۔ اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں وہ بدزبانی ، اور بدتمیزی بالکل نہیں ہے جو کہ عام طور پر بریلویوں کی کتابوں میں ہوتی ہے ، تکفیری مہم جیسی بھی نہیں ہے مگر بڑی ہی پرفریب کتاب ہے ۔ میرا اندازہ ہے کہ جو لوگ ان مباحث سے پوری طرح واقف نہیں ہیں (اور عام پڑھے لکھے مسلمانوں کا یہی حال ہے) وہ اس کے فریب کو بالکل نہیں سمجھ سکتے ، بلکہ میرا خیال ہے کہ ہمارے دارالعلوم دیوبند ، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے دینی مدارس کے بہت سے فضلاء بھی اس کے نفاق ، اور فریب کو نہیں پکڑ سکیں گے ۔ کیونکہ ہمارے ان دینی مدارس میں ان باتوں کا ذکر تک نہیں آتا ۔ اس لئے میرے نزدیک اس کتاب کا جواب ضروری ہے ، اور آپ کے سوا اس کے جواب کے لئے کسی پر نظر نہیں جاتی ۔

میں یہ جانتا ہوں کہ آپ اس موضوع سے بالکل بے تعلق ہو چکے ہیں اور اس طرح کی چیزیں اب پڑھتے بھی نہیں ہیں ۔ لیکن میری اصرار کے ساتھ گزارش ہے کہ آپ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں اور اس کے جواب کے لئے ضرور بالضرور وقت نکالیں اگر آپ ارادہ فرمالیں تو میں کتاب حاصل کرکے بھیجنے کی کوشش کروں گا ۔

اگرچہ میرا ہرگز منصب نہیں ہے مگر میں ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ دیانۃً اس کتاب کا جواب وقت کا دینی فریضہ ہے ۔ علمائے حق اور جماعت اہل حق کی طرف سے عام مسلمانوں کا بدگمانی اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا خاص دینی نقطۂ نظر سے بڑی خطرناک

بات ہے اس سے شیطان کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت آپ کے قلب میں ڈال دے اور آپ اس کے جواب کا عزم فرمالیں ۔ جواب آنے پر انشاء اللہ العزیز کتاب حاصل کرکے بھیجنے کی کوشش کروں گا ۔

والسلام

دعا کا طالب

محمد عارف سنبھلی

مدرس جامعۃ الرشاد ۔ اعظم گڑھ

۳ جون ۱۹۷۳ء

دفتر الفرقان، لکھنؤ
۱۰ جون ۱۹۷۳ء

حضرت مولانا نعمانی کا جواب

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

عزیز مکرم اسلمکم اللہ تعالیٰ وعافاکم ووفقنا وایاکم لما یحب ویرضیٰ۔
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

تمہارا مفوف خط ملا، پچھلے دو تین مہینوں میں مختلف مقامات سے کئی ایسے خطوط آئے جن میں اس کتاب "زلزلہ" کا تذکرہ تھا۔ میں نے حسب عادت سرسری جواب دے دیا کہ میں اس کتاب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، اور اب اس موضوع کی طرف توجہ کرنے کے لئے معذور سمجھا جاؤں۔ پھر گزشتہ مہینہ میں جب مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ حجاز مقدس تشریف لے جا رہے تھے تو ان کو رخصت کرنے کے لئے یہ عاجز بھی بمبئی گیا تھا، وہاں سے گجرات، سورت، اور اندیر وغیرہ بھی جانا ہوا۔ تو وہاں بھی بعض حضرات نے اس کتاب کا تذکرہ کیا۔ پھر انہوں نے کہیں سے اس کا ایک نسخہ بھی لاکر مجھے عنایت فرمایا۔

واپسی میں ٹرین میں اسے کچھ دیکھنے کا موقع بھی مل گیا۔ میں نے اس کو اتنا خطرناک تو نہیں سمجھا جتنا تم نے محسوس کیا ہے۔ لیکن یہ رائے میری بھی ہے کہ اس کے مصنف نے بڑی فن کاری سے کام لیا ہے اور جنگ کے طریقے اور میدان کو بھی بدل دینے کی

بڑی پر فریب کوشش کی ہے ۔ میں ان صاحب سے بالکل ناواقف ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب اپنے فرقے میں کچھ زیادہ وقت شناس اور ہوشیار آدمی ہیں ۔ غالباً انہوں نے اس حقیقت کو محسوس کر لیا ہے کہ عام مسلمانوں میں ملک کے خاص حالات، اور مختلف دینی و ملی کوششوں کے نتیجہ میں اب اتنا شعور پیدا ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب والا تکفیری کاروبار اب نہیں چل سکے گا ۔ اور بدتمیزی اور بدزبانی آدمی کو خود اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی نظروں میں بھی ذلیل کر دیتی ہے ۔ میرے نزدیک اس تبدیلی پر تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے ۔ تم نے اصرار اور پورے استدلال کے ساتھ لکھا ہے کہ میں اس کا جواب لکھوں ۔

یہ صحیح ہے کہ ایک زمانہ میں بریلوی خرافات اور اتہامات کا رد میرا خاص موضوع اور مرغوب شغلہ تھا ۔ اور اس زمانہ میں اس کا جذبہ اتنا غالب تھا کہ صرف اسی وجہ سے بریلی کو اپنا مستقر بنایا تھا، اور اب سے چالیس سال پہلے الفرقان وہیں سے جاری ہوا تھا اس زمانہ میں میرا عام اعلان تھا کہ ان کا کوئی مولوی جہاں پہنچ کر فتنہ پردازی کرے مجھے اطلاع دی جائے میں انشاء اللہ العزیز اپنے خرچ سے وہاں پہنچوں گا اور اب اس واقعہ کے اظہار میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ اس فرقہ کے چھوٹے بڑوں کی خرافات پڑھنے، ان کے جاننے سمجھنے اور زبان و قلم سے ان کی گمراہیوں اور فریب کاریوں کا پردہ چاک کرنے کا جتنا موقع اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس زمانہ میں مجھے دیا اتنا غالباً ہماری جماعت میں کسی کو نہیں ملا ۔

بار بار مناظروں کی بھی نوبت آئی اور یہ مناظرے ان کے مشہور مناظرین مولوی حشمت علی مولوی سردار احمد وغیرہ کے علاوہ ان کے استاذ الاساتذہ (مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مدرسہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث) مولانا رحم الٰہی صاحب وغیرہ

ست بھی ہوئے ۔ اور لاہور کے مناظرہ میں تو ان کے ہندوستان بھر کے اکابر و مشاہیر مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی تک سب ہی موجود تھے لیکن ۱۰۔۱۲ سال کے مسلسل تجربہ کے بعد قریب قریب مشاہدہ کے درجہ میں یقین ہو گیا ہے کہ اس بریلوی تکفیری فتنہ کے جو خاص سرخ رو اں اور پلیٹ فارم کے مولوی صاحبان ہیں ان کی ان تکفیری سرگرمیوں کا خاص مقصد اور نصب العین مسلمانوں میں اختلاف و تفریق پیدا کرنا اور بے چارے عوام کو لڑانا اور ٹکرانا ہے اور یہ ان کا خالص معاشی اور کاروباری مشغلہ ہے اور چاہے ہزار دفعہ ثابت کر دیا جائے اور سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آ کے گواہی دے دیں کہ اکابر جماعت دیوبند (حضرت شاہ اسمٰعیل شہید، اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے، صاحب ایمان تھے ۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی توہین اور انکار ختم نبوت وغیرہ کی جو تہمتیں ان حضرات پر لگائی ہیں وہ غلط اور بے بنیاد ہیں ۔ تو تب بھی یہ لوگ نہیں مانیں گے اور اپنا کاروبار اسی طرح جاری رکھیں گے ۔ ان کا حال بالکل وہی ہے جو قرآن مجید میں بعض معاندین حق کا بیان کیا گیا ہے ۔[1]

---

[1] حضرت مولانا نعمانی مدظلہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوا ۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ ۔ آپ نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابیں زیادہ دیکھی ہیں آپ کا کیا اندازہ ہے انہوں نے میرے اور ہمارے اکابر کے بارے میں جو لکھا ہے کیا انہیں واقعتہً غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے وہی سمجھا

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ۔

اسی طرح یہ بھی اندازہ ہوا کہ غالباً ان کے قلوب اہل اللہ کی تکفیر اور بدگوئی کی پاداش میں مسخ کر دیئے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے خوف اور فکر آخرت سے بالکل خالی ہو گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اس اندازہ اور احساس کے بعد دل اس موضوع اور شغلہ سے ہٹتا چلا گیا۔

ادھر اسی زمانہ میں ملک کے حالات میں بہت بڑی تبدیلیوں کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس وقت دل نے یہ فیصلہ کیا کہ اس دور کی سب سے زیادہ ضروری دینی خدمت یہ ہے کہ امت

یا دیدہ و دانستہ انہوں نے یہ تہمتیں لگائیں؟ پھر خود ہی فرمایا۔ کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان اور خدا کا خوف ہو وہ دیدہ و دانستہ ایسی تہمتیں لگائے؟ میں نے عرض کیا حضرت! حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ لیکن میں ان کی کتابیں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ بے علم نہیں تھے بڑے ذی علم تھے۔ کم فہم اور غبی بھی نہ تھے بڑے ذہین اور بہت ہوشیار آدمی تھے۔ اسلئے میرے دل نے تو کبھی یہ بات قبول نہیں کی کہ ان کو غلط فہمی ہوئی۔ کوئی غبی و بے علم، آدمی ہوتا تو اس احتمال کی گنجائش ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ ان کا معاملہ اور مزاج کچھ اس طرح کا تھا جو قرآن مجید میں علمائے بنی اسرائیل کا بیان کیا گیا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ۔ مجھے تو یہی شبہ ہوتا ہے کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ اگر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی کتابیں ملاحظہ فرمائی ہوتیں تو ان کو بھی یہ شبہ غالباً نہ ہوتا۔

کے عام طبقوں میں دینی شعور اور رسوخ پیدا کرنے کی اور اللہ و رسول کے ساتھ ان کے ایمانی تعلق کو مستحکم و مضبوط کرنے کی جد و جہد کی جائے اور خود اپنی تکمیل کی جائے۔

بس اس کے بعد سے دل و دماغ کی ساری توجہ اسی طرف ہو گئی۔ تقریباً ۳۰ سال سے یہی حال ہے۔ اس لئے بریلویات کے موضوع سے جو خاص واقفیت اور مناسبت تھی میرا اندازہ ہے کہ وہ بالکل ختم ہو چکی ہے۔ اس موضوع سے متعلق موافق و مخالف جو سینکڑوں یا ہزاروں حوالے کبھی نوک زبان تھے اب حافظہ پر زور ڈالنے سے بھی شاید یاد نہ آسکیں۔

کئی سال پہلے کی بات ہے ایک بڑے مخلص دوست نے بریلوی فتنہ کی طرف پھر توجہ کرنے کے لئے بڑے اصرار سے اور بار بار لکھا اور میرے کسی عذر کو قبول نہیں کیا تو میں نے آخر میں ان کو لکھا تھا کہ "آپ یوں سمجھئے کہ اب سے ۳۰، ۳۵ سال پہلے، محمد منظور نام کا جو آدمی یہ کام کرتا تھا اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس کی جگہ اب اسی نام کا ایک دوسرا آدمی ہے اور وہ بے چارہ اس کام کا بالکل نہیں ہے۔"

خیر یہ تو ایک لطیفہ کی بات تھی مگر واقعہ یہی ہے کہ اگر میں طبیعت پر جبر کر کے تمہاری فرمائش کی تعمیل کا ارادہ بھی کر دوں تو میرے لئے یہ کام اب ویسا آسان نہیں ہے جیسا تم نے سمجھا ہے اور یقیناً مجھے اپنا خاصا وقت اس پر صرف کرنا پڑے گا۔ اور اپنا سرمایہ وقت ہی ہے۔ میری عمر قمری حساب سے ستر کے قریب پہنچ چکی ہے۔ بظاہر وقت کا یہ خداداد سرمایہ تھوڑا سا ہی باقی ہے۔ چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہے تو عمر کا باقی وقت دین کی اس بنیادی خدمت ہی میں صرف ہو جائے جس کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے اور جس میں نفس کی شرکت کا امکان انشاء اللہ العزیز کم ہے۔

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔

لیکن مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے کہ اس کتاب کا ایسا جواب جو اس کے مصنف کی فن کارانہ فریب کاری کو اچھی طرح ظاہر کر دے ضروری ہے اور میرا اندازہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے تم خود ہی یہ کام کر سکتے ہو ۔ اس موضوع سے تمہاری واقفیت اچھی خاصی ہے ۔ بریلویات کا بھی تم نے مطالعہ کیا ہے اور اس موضوع سے تم کو دلچسپی بھی ہے اور تمہارے اندر اس کا شدید داعیہ بھی ہے اس لئے میری رائے ہے کہ تم خود ہی یہ کام کرو ۔ اگر ضرورت محسوس ہوگی تو میں مشورہ دے سکوں گا ۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس کام کو آسان فرما دے اور تمہاری پوری مدد فرمائے ۔ نیت صرف احقاق حق کی اور اللہ تعالیٰ کے مقبول مظلوم بندوں کی طرف سے دفاع کی اور امت کے عوام کو گمراہی سے بچانے کی ہونی چاہیئے ۔

انما الاعمال بالنیات وانما لامرء مانوی ۔ الحدیث

والسلام

محمد منظور نعمانی

اس کے آگے اصل کتاب ملاحظہ فرمائی جائے ——— مصنف

چند لفظ اس کتاب کے بارے میں ————————

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ،

محترم ناظرین راقم سطور نا چیز محمد عاقب کا خط اور اس کے جواب میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کا مکتوب گرامی پڑھ چکے ۔

حضرت مولانا کے اس مایوس کن جواب کے بعد بھی میں نے یہ کوشش جاری رکھی کہ ممدوح خود ہی "زلزلہ" کا رد لکھدیں ۔ کئی مہینے اس کوشش میں صرف ہوگئے لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہوسکا اور مجھے یہی جواب ملتا رہا کہ تم خود ہی لکھو ۔ بالآخر میں نے خود ہی بنام خدا لکھنا شروع کیا ۔ حضرت مولانا سے مشورہ اور راہنمائی بھی حاصل کرتا رہا ۔

دل و زبان اور قلم سے اللہ تبارک و تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کی مدد اور توفیق سے "زلزلہ" کے دعووں اور الزامات کا بھرپور تحقیقی جواب ہوگیا ۔

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات ۔

میری اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے میں نے زلزلہ کے دعووں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس کے مصنف کے الزامات کا پوری تحقیق کے ساتھ جواب دیا ہے ۔ اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے قرآن پاک اور رسول اللہ جل اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے ارشادات کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور امت کے مسلّم فقہا اور علماء کے اقوال بھی سند میں پیش کئے گئے ہیں ۔

بریلویوں میں جو ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اکابر علماء امت حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہ پر الزامات لگانے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر جھگڑا فساد برپا کرنے کو اپنا کاروبار اور پیشہ بنا لیا ہے۔ یا شرک و بدعت میں غلو کی وجہ سے جن کے قلوب مسخ ہو گئے ہیں ان سے تو کوئی توقع نہیں۔ لیکن ان کے علاوہ جو سیدھے سادے لوگ ان کے پر فریب پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان کے ہمنوا ہو گئے ہوں ان سے پوری امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ کتاب ان کی اصلاح کا ذریعہ بنے گی۔

زلزلہ کے الزامات کے جواب سے فارغ ہونے کے بعد میں نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ بریلوی فتنہ کی حقیقت اور اس کی تاریخ اور اس کے علمبردار مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے کردار سے بھی ناظرین کرام کو واقف اور روشناس کرا دوں۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہمارے عوام ہی نہیں بلکہ ہمارے بڑے بڑے دینی مدارس دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، اور مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ کے اس دور کے اکثر فضلاء بھی اس کی حقیقت اور تاریخ سے واقف نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طبیب اور معالج جس بیماری سے واقف نہ ہو اس کا صحیح علاج کیسے کر سکتا ہے۔

اس لئے محترم ناظرین کرام اور خاص کر علمائے کرام سے میری گزارش ہے کہ کتاب کے آخر میں بریلوی فتنہ کی تاریخ اور تعارف کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اس فتنہ کے علاج کا کامیاب ترین طریقہ یہی ہے کہ اس کی حقیقت و تاریخ سے اور اس کے بانی کے کردار سے عام مسلمانوں کو واقف کرایا جائے۔

۳۰ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ —————— ناچیز محمد عارف سنبھلی

زلزلہ کا تنقیدی جائزہ اور الزامات کا جواب

"زلزلہ" کے مصنف (ارشد القادری صاحب) نے اپنی پوری کتاب کا حاصل اور خلاصہ اس کے پہلے ہی صفحہ پر خود ان الفاظ میں لکھ دیا ہے۔

اس کتاب میں دیوبندی لٹریچر کے حوالوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ جن امور کو علمائے دیوبند انبیاء اور اولیاء کے حق میں شرک قرار دیتے ہیں انہی امور کو وہ اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین ایمان و اسلام سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے ان کی توحید پرستی کا سارا بھرم کھل جاتا ہے۔ (صفحہ اول)

اس کے بعد صفحہ ۲، ۳، ۴ پر "سبب تالیف" کا عنوان قائم کرکے یہی بات کسی قدر تفصیل سے کہی ہے — اس کے آگے صفحہ ۵ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے یہاں انہوں نے "تصویر کا پہلا رخ" عنوان دے کر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور دوسرے اکابر علمائے اہلسنت بزرگان جماعت دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ کی ایسی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے حق میں "علم غیب" کا عقیدہ رکھنا یعنی سمجھنا اور ماننا کہ وہ "عالم الغیب" ہے۔ یا اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو کائنات میں اپنے مستقل اختیار و قدرت سے متصرف ماننا شرک ہے۔ کتاب کے صفحہ ۵ سے ۱۲ تک یہی عبارتیں درج کی گئی ہیں

اس کے آگے صفحہ ۲۹ پر "تصویر کا دوسرا رخ" عنوان دے کر کتاب کے اختتام تک انہی حضرات کے متعلق (اور ان کے علاوہ بھی چند اور بزرگوں سے متعلق) کشف و کرامات کے قبیل کے کچھ "واقعات" "ادراج غلط" وغیرہ بعض ان کتابوں سے نقل کئے ہیں جن میں ان بزرگوں کے متعلق حکایات اور ان کے حالات ان کے بعض معتقدین نے لکھے ہیں اور انہی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر واصاغر جس علم غیب کو اور کائنات میں تصرف کی جس قدرت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیائے کرام کے لئے ثابت کرنے اور ماننے کو شرک کہتے ہیں وہی علم غیب اور تصرف کی وہی قدرت یہ لوگ اپنے ان بزرگوں کے لئے ثابت کرتے ہیں ۔ (معاذ اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ)

ہم نے ان بریلویوں کے محدث اعلیٰ اور امام کل مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے اخلاف کی کتابوں کا بھی اچھا خاصا مطالعہ کیا ہے اور ان لوگوں نے اپنی تحریروں میں جہل و فریب کے جو کرتب دکھائے ہیں ہم ان سے باخبر ہیں لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ "زلزلہ" کے مصنف ارشد القادری صاحب نے اس میدان میں اپنے ان سب بڑوں اور پیش روؤں کو مات کر دیا ہے ۔ اس کے باوجود ہمارا خیال ہے کہ غور کرنے والوں کے لئے ان کے فریبوں اور مغالطوں کو سمجھ لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے ناظرین اگر صرف ایک نکتہ کو ذہن میں رکھ کے "زلزلہ" کا مطالعہ کریں تو انشاء اللہ العزیز مغالطہ اور فریب کے سارے پردے تار تار نظر آئیں گے ۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

اور حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہم اکابر جماعت دیوبند نے کسی مخلوق کے لئے جس "علم غیب" کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے وہ ، وہ علم غیب ہے جس کو قرآن پاک میں علم غیب کہا گیا ہے اور جس کو

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اور وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۔

وغیرہ آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت خاصہ بتلایا گیا ہے ۔ اور جس کو مختلف مشرک قومیں اپنے معبودان باطل کے لئے مانتی رہی ہیں اور بہت جاہل اور اسلامی توحید سے ناآشنا مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کے بارہ میں بلکہ اولیائے کرام کے بارہ میں بھی اسی علم غیب کا عقیدہؔ رکھتے ہیں ۔

اور "زلزلہ" میں "تصویر کا دوسرا رخ" کے زیر عنوان بزرگان جماعت دیوبند سے متعلق اس سلسلہ کی جو حکایات نقل کی گئی ہیں اور جو واقعات لکھے گئے ہیں وہ سب کشف والہام اور فراست ایمانی کے قبیل سے ہیں جو بندوں کی ہی صفات ہیں ۔

اسی طرح اکابر جماعت دیوبند حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ وغیرہ نے کائنات میں جس تصرف کی قدرت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے واسطے ثابت کرنا شرک کہا ہے اس سے مراد وہ مستقل اختیاری اور کن فیکونی تصرف کی قدرت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اور جس کو مختلف قوموں کے مشرکین

ؔ مسلمان کہے جانے والے ایسے جاہلوں اور گمراہوں کو ہم نے بچشم خود دیکھا ہے اور ان کی صریح مشرکانہ باتیں سُنی ہیں ۔

اپنے دیوتاؤں اور معبودانِ باطل کے لئے مانتے رہے ہیں اور بہت سے تعزیہ پرست اور قبر پرست مسلمان کہلانے والے بھی جس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور زلزلہ میں تصرف سے متعلق جماعت دیوبند کے بعض بزرگوں کے جو واقعات "امداد السلوک" وغیرہ کے حوالے سے نقل کئے گئے ہیں وہ سب کرامت یا قبولیت دعا، یا قوتِ باطنی سے اثر اندازی کے قبیل سے ہیں جو بندوں ہی کی صفات ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ جو صاحب عقل وشعور اس تنقیح کی روشنی میں زلزلہ کا مطالعہ کرے گا اس کو ارشد صاحب کے ڈالے ہوئے فریب کے سارے پردے چاک چاک نظر آئیں گے۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۔

اس اللہ تبارک وتعالے کی حمد اور اس کا شکر جس کی مدد اور توفیق سے انہی چند، سطروں میں زلزلہ کے سارے الزامات اور دعووں کا پورا جواب ہوگیا۔ لیکن چونکہ "علم غیب اور تصرف فی الکائنات" ان دونوں مسئلوں کا تعلق شرک وتوحید کے بنیادی مسئلے سے ہے۔ اور آج بھی ان مسئلوں کی وضاحت کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی حضرت شاہ شہیدؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ بزرگوں کے دور میں اب سے سو برس اور دو سو برس پہلے تھی اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس اجمالی جواب پر اکتفا نہ کریں بلکہ تفصیل سے اور دلائل کی روشنی میں بتلائیں کہ علم غیب اور عالم کون میں مستقل اختیاری تصرف کے جن عقیدوں کو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ وغیرہ علمائے حق نے شرک بتلایا ہے وہ فی الحقیقت اسلامی توحید کے خلاف سراسر مشرکانہ عقیدے ہیں۔

اس کے بعد انشاء اللہ العزیز ہم یہ بھی پوری تفصیل اور وضاحت سے بتلائیں

گے کہ "ارواح ثلثہ" وغیرہ کے حوالوں سے بعض بزرگوں کے جو واقعات زلزلہ میں نقل کئے گئے ہیں وہ سب کشف والہام اور کرامات وغیرہ ہی کے قبیل سے ہیں۔

اصل بحث شروع کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ناظرین کرام توحید و شرک کی حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور مسلمانوں کے بعض جاہل طبقوں کو شیطان نے جس طرح مشرکانہ اعتقادات اور اعمال میں صدیوں پہلے سے جکڑ رکھا ہے اس کو بھی صحیح طور پر جان لیں اور سمجھ لیں۔

توحید اور شرک کی حقیقت

قرآن مجید میں پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ یہ بات جابجا بیان فرمائی گئی ہے کہ مشرکین عرب جو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی دعوت توحید کے اول مخاطب تھے وہ یہ بات مانتے تھے کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور پروردگار صرف ایک اللہ ہے اور پورے عالم کا انتظام بلا شرکت غیرے تنہا اسی کے ہاتھ ہے اور وہی تنہا اس نظام کو چلا رہا ہے۔

انہوں نے خدا کے سوا جن دیوی، فرضی یا واقعی ہستیوں کو معبود اور دیوتا مان رکھا تھا وہ ان کو خدا تعالیٰ کی مخلوق، اس کا مملوک اور بندہ ہی مانتے تھے۔ اسی کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے اور چہیتے ہیں انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کچھ صفات اور اپنے کچھ اختیارات دے دیئے ہیں ہم ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم پر مہربان رہیں اور ہمارے کام بنادیں اور ان کے

وسیلے سے ہم خدا کے قریب ہو جائیں۔ ان کی پوجا کے بغیر ہم خدا تعالیٰ کو راضی اور خوش نہیں کر سکتے اور خدا تعالیٰ تک پہنچ نہیں سکتے ۔

یہی ان مشرکین کا شرک تھا اور اکثر مشرک قوموں کا یہی شرک رہا ہے اور آج بھی ہے ایسے مشرکوں کا ذکر تاریخ میں بھی نہیں ملتا جنہوں نے اپنے معبودوں کو خدا تعالیٰ کے برابر اور خدا والی صفات میں بالکل اس جیسا مانا ہو ۔ مشرکین عرب کے بارہ میں آپ قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھیے ۔ سورۃ مومنون میں ارشاد ہے ۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(اے ہمارے پیغمبر) آپ (ان مشرکوں سے) کہئے کہ زمین اور جو مخلوق اس میں ہے وہ سب کس کی ملک ہے اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ! وہ کہیں گے کہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے ۔ آپ فرمائیے کہ پھر تم کیوں (توحید کے بارہ میں) نصیحت قبول نہیں کرتے ۔ آپ ان سے کہئے کہ بتلاؤ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے ؟ وہ سب کہیں گے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے آپ فرمائیے کہ پھر تم شرک کے بد انجام سے کیوں نہیں ڈرتے آپ ان سے کہئے کہ بتلاؤ کس کے ہاتھ اور کس کے قبضہ

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ط
قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝
(سورہ مومنون رکوع ۵)

میں ہے تمام چیزوں کا اختیار، اور وہ جس کو چاہے پناہ دے سکتا ہے اور اس کی پکڑ سے کسی کو نہیں بچایا جا سکتا ہے۔ اگر تم جانتے ہو، تو بتلاؤ، وہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالےٰ ہی کے لئے خاص ہے آپ فرما دیجئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے۔

اور سورۂ عنکبوت میں فرمایا گیا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ
سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ج

اور اگر تم ان مشرکوں سے پوچھو کہ کس نے زمین و آسمان پیدا کئے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کر دیا ہے تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالےٰ نے۔

آگے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا
بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط
(عنکبوت رکوع ۶)

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ (بتاؤ) کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالےٰ ہی یہ سب کرتا ہے۔

اور سورۂ یونس میں فرمایا گیا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ

(سورت یونس رکوع ۴)

اے پیغمبر آپ (ان مشرکوں سے) کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے ؟ یا (بتلاؤ) کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور کون ہے جو جاندار چیز کو بے جان چیز سے نکالتا ہے اور بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے برآمد کرتا ہے اور وہ کون ہے جو سارے کاموں کی تدبیر کرتا ہے (یعنی سارے عالم کا یہ نظام کون چلا رہا ہے) تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ان سب کاموں کا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے ۔

ان آیتوں سے صراحۃً معلوم ہوا کہ ابوجہل و ابولہب وغیرہ مشرکین مکہ بھی یہ جانتے تھے کہ اس زمین و آسمان اور سارے جہاں کا خالق و مالک اور سب کا رازق صرف ایک اللہ ہے ۔ چاند، سورج اور بارش اور پیداوار، اور ساری کائنات کا نظام اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے ۔ وہ اپنے باطل معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں صاف کہتے تھے کہ وہ خدا تعالےٰ کی مخلوق و مملوک اور اس کے زیر حکومت ہیں ۔

صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین عرب حج میں اس طرح تلبیہ پڑھتے تھے ۔

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ

خداوندا ہم تیرے حضور حاضر ہیں ۔ تیرا کوئی شریک نہیں سوا اس شریک کے جو تیرا ہی ہے تو اس کا مالک ہے اور جن پر اس کی ملکیت اور حکومت ہے تو ان کا بھی مالک ہے ۔

بہرحال قرآن و حدیث کی شہادت سے یہ بات ثابت ہے کہ مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں اور دیوتاؤں کو خدا تعالیٰ کے برابر نہیں اس کا مخلوق و مملوک مانتے تھے ان کا شرک یہ تھا کہ وہ ان کے متعلق عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ خدا تعالیٰ کے پیارے چہیتے ہیں اور جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے کچھ اختیارات ، وفادار وزیروں اور دوسرے معتمد ماتحتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں تصرف کا کچھ اختیار ان کو دے دیا ہے اور کچھ کام ان کے سپرد کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے یہ ہماری مشکل کشائی اور حاجت روائی کر سکتے ہیں ۔ اسی بنا پر وہ ان سے دعائیں کرتے تھے اور نذریں ، منتیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے ۔ بلکہ قرآن مجید ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے اختیار اور تصرف کے دائرہ کو محدود بھی سمجھتے تھے ۔

قرآن پاک میں ان کا یہ حال بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ دریائی سفر کرتے اور کشتی خطرے میں آجاتی تو وہ اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف خدا تعالیٰ ہی کو پورے خلوص سے پکارتے تھے اور اسی سے دعا و التجا کرتے تھے ۔ سورۂ عنکبوت میں ارشاد ہے

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ (عنکبوت رکوع ۷)	جب یہ مشرکین دریائی سفر میں ، کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خطرہ کیوقت ، خالص اعتقاد کیکے اللہ ہی کو پکارتے ہیں ۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل رکوع ۷)

(اے مشرکو، جبکہ تم دریائی سفر میں، طوفان وغیرہ کی مصیبت میں گھر جاتے تو تمہارے وہ دیوتا جن کو تم پکارا کرتے ہو غائب اور گم ہو جاتے ہیں، اس وقت تم بس اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو یاد کرتے ہو اور اسی سے دعا اور التجا، کرتے ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی بے نظیر تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں توحید و شرک کی حقیقت کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا ایک حصہ یہاں نقل کردیں۔ فرماتے ہیں:

واعلم ان التوحيد اربع مراتب احداها حصر وجوب الوجود فيه تعالى فلا يكون غيره واجبا والثانية حصر خلق العرش والسموٰت والارض سائر الجواهر فيه تعالى۔ وهاتان المرتبتان لم تبحث الكتب الالهية عنهما ولم يخالف فيهما مشركوا العرب ولا اليهود ولا النصارى بل القرآن العظيم ناص على انهما من المقدمات المسلّمة عندهم والثالثة حصر تدبير السموٰت والارض وما بينهما

فيه تعالى .

والرابعة انه لا يستحق غير العبادة وهما متشابكان متلازمان لربط طبعى بينهما .

اس کا حاصل یہ ہے کہ .

توحید کے چار درجے ہیں ایک درجہ یہ ہے کہ مانا جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی واجب الوجود نہیں صرف وہی واجب الوجود ہے اس کے سوا سب حادث اور اس کی مخلوق .

دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ عرش و آسمان و زمین اور ان کے اندر کی ساری کائنات کا وہی پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے کوئی بھی اس تخلیق و ایجاد میں اس کا شریک نہیں .

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی، کتابوں اور آسمانی صحیفوں ، تورات و انجیل اور قرآن عزیز وغیرہ میں توحید کے ان دونوں درجوں سے بالکل بحث نہیں کی گئی ہے اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب میں سے کسی کو بھی توحید کے ان دونوں درجوں کے بارہ میں اختلاف نہیں رہا ہے بلکہ قرآن پاک کی صریح شہادت ہے کہ توحید کے ان دونوں درجوں کے یہ سب قائل رہے ہیں یعنی یہ سب اس کو مانتے رہے ہیں کہ واجب الوجود اور زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق فقط اللہ تعالیٰ ہے اس میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے ، آگے شاہ صاحب فرماتے ہیں .

اور تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ اس بات کو مانا جائے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یعنی ساری کائنات اس کا پورا نظام اور اس کی تدبیر صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ۔

اور چوتھا درجہ توحید کا یہ ہے کہ یہ بات مانی جائے کہ ہر قسم کی عبادت، اور پرستش صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا حق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت و پوجا کے لائق نہیں ہے ۔

فرماتے ہیں ۔ اور توحید کے یہ دونوں آخری درجے یعنی تیسرا اور چوتھا باہم لازم ملزوم ہیں کیوں کہ ان کے درمیان ایک طبعی اور عقلی رابطہ ہے ، آدمی عبادت اور پوجا پاٹ اسی کی کرتا ہے جس کے بارہ میں سمجھتا ہے کہ ہمارا معاملہ اور بھلا بناؤ بگاڑ اس کے قبضے میں ہے ، اس کے آگے شاہ صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ ۔

توحید کے انہی دو نوں درجوں کے بارے میں مختلف مذہبی فرقوں ، اور گروہوں میں اختلاف رہا ہے اور ان میں بڑے بڑے اور مشہور فرقے تین ہیں ۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے تین فرقوں کا ذکر کیا ہے ۔

ایک ستارہ پرستوں کا ۔ جو آسمان کے ستاروں کو متصرف اور اس کی بنا پرستحق عبادت مانتے ہیں ۔

دوسرے نصاریٰ کا ۔ جو سیدنا حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مافوق البشر بلکہ مافوق الخلق مانتے ہیں اور ان کے معجزات احیاء موتیٰ وغیرہ کو ان کا فعل اور تصرف قرار دیتے ہیں اور ان کو ابن اللہ یا ثالث ثلٰثہ کہتے ہیں اور

عبادت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

تیسرے مشرکین کا۔ ان کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

والمشرکون وافقوا المسلمین فی تدبیر الامور العظام وفیما ابرم و جزم ولم یترک لغیره خیرة ولم یوافقوهم فی سائر الامور

اور مشرکین اتنی بات کے ماننے میں مسلمانوں سے متفق ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے معاملہ اور جن امور کے بارہ میں خود اللہ تعالیٰ نے کوئی قطعی فیصلہ کر دیا ہے اور کسی دوسرے کے لئے اس میں اختیار کی گنجائش نہیں، چھوڑی ہے ان کی تدبیر یعنی ان کا انتظام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن دنیا کے باقی معاملات کے بارے میں ان کی رائے مسلمانوں سے مختلف ہے۔

ذهبوا ان الصالحین منهم عبدوا الله و تقربوا الیه فاعطاهم الله الالوهیة فاستحقوا العبادة من سائر خلق الله لما ان ملک الملوک بخدمه عبده فیحسن خدمته فیعطیه خلقه الملک و

ان کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ ان میں سے کچھ نیک اور بزرگ لوگ تھے انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوب عبادت کی اور اس کا خاص تقرب حاصل کر لیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو مقام الوہیت عطا فرما دیا تو وہ اس کے مستحق ہو گئے کہ باقی مخلوق ان کی پوجا کرے جس طرح کوئی شہنشاہ ہو اس کا کوئی غلام اس کی خدمت

يفوض اليه تدبير بلد من بلاده فيستحق السمع والطاعة من اهل ذالك البلد وقالوا لا تقبل عبادة الله الا مضمومة بعبادتهم بل الحق في غاية التعالي فلا تفيد عبادته تقربا منه بل لابد من عبادة هؤلاء ليقربوا الى الله زلفى وقالوا هؤلاء يسمعون ويبصرون ويشفعون لعبادهم ويدبرون امورهم وينصرونهم

(حجة الله البالغه)
(باب التوحيد)
(صفحه ۵۹)

اچھی طرح بجالائے تو وہ اس کو حکومت اور فرمانروائی کا خلعت دے دے اور اپنے زیر حکومت شہروں سے کسی شہر کا نظام اس کے حوالے کر دے تو اس کلیہ حق ہوگا کہ اس شہر والے اس کا حکم مانیں۔ اور یہ مشرکین اس کے قائل ہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی عبادت جب ہی قبول ہوگی جب اس کے ساتھ ان بزرگ دیوتاؤں کی بھی پوجا کی جائے۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ تو بہت ہی بلند اور بالا تر ہے۔ لہذا ہماری عبادت ہم کو اس کے قریب تک نہیں پہنچا سکتی بلکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے ان بزرگ دیوتاؤں کی پوجا کی جائے تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالےٰ کے مقام قرب تک پہنچا دیں۔ اور یہ مشرکین اس کے قائل ہیں کہ ان کے یہ معبود اور دیوتا سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور اپنی پوجا کرنے والوں کی خدا تعالےٰ کے ہاں

سفارش کرتے ہیں اور ان کے کام کر
دیتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں ۔

پھر ایک ہی ورق کے بعد "حقیقتِ شرک" کے بیان میں شاہ صاحبؒ مشرکین کے ایک طبقہ کا یہ حال بیان فرماتے ہیں ۔

ومنهم من اعتقد ان الله هو السيد وهو المدبر لكنه قد يخلع على بعض عباده لباس الشرف والتاله ويجعله متصرفا في بعض الامور الخاصة

(حجۃ اللہ البالغہ ، باب حقیقۃ الشرک ص۶۱)

اور ان مشرکین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا اعتقاد یہ ہے کہ اصل سردار، اور مالک مختار تو اللہ ہی ہے اور وہی ، کائنات کا سارا نظام چلا رہا ہے لیکن کبھی وہ اپنے بعض خاص بندوں کو شرف والوہیت کا خلعت عطا فرما دیتا ہے اور بعض خاص امور میں اس کو متصرف بنا دیتا ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے توحید اور شرک کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے انشاء اللہ العزیز دوسرے علمائے محققین کی اس سلسلہ کی تصریحات ہم آئندہ تفصیلی بحث میں پیش کریں گے ۔

بہرحال قرآن و حدیث اور علمائے حق کے کلام سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ، مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و پروردگار اور مالک و مختار بس خدا تعالےٰ ہی ہے ہمارے معبود اور دیوتا بھی اسی کی مخلوق اور اسی کے بندے ہیں مگر انہوں نے اللہ تبارک و تعالےٰ کی بہت ریاضت و عبادت

کی وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے پیارے اور چہیتے ہوگئے ۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے ان کو مقام الوہیت عطا فرما دیا اور مخلوق کے ایک محدود دائرہ میں تصرف کا اختیار بخش دیا اور ان کو ایسا کر دیا کہ وہ ہم کو دیکھتے اور ہماری باتیں سنتے ہیں اور ہمارے احوال جانتے ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں انکی پوجا اور نذر ونیاز سے خدا تعالےٰ تک پہنچا جا سکتا ہے ۔ پھر اسی عقیدہ کی بنا پر وہ ان کی نذریں منتیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے ۔ اور مشکل کشائی و حاجت روائی کے لئے ان کو پکارتے اور ان سے التجائیں کرتے تھے یہی ان کا شرک تھا ۔ ناظرین کرام اس کو ذہن میں رکھیں ۔

مسلمانوں کے بعض جاہل طبقوں کے مشرکانہ اعتقادات واعمال

اصل تفصیلی بحث شروع کرنے سے پہلے گزشتہ چند صدیوں کے مجددین، و مصلحین امت کے بیانات سے ہم ناظرین کرام کو یہ بھی بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے بعض جاہل طبقے صدیوں پہلے سے مشرکانہ اعتقادات اور اعمال میں مبتلا ہو چکے تھے ۔

رسول اللہ کی ایک پیشین گوئی

پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کا ایک ارشاد سن لیجئے ۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا!

لتتبعن سنن من
كان قبلكم بشبرا
بشبر و ذراعا بذراع
حتى لو دخلوا حجر
ضب تبعتموهم قيل
يا رسول الله اليهود والنصٰرٰى
قال فمن ۔

(مشکوۃ المصابیح،
باب تغیر الناس ص۴۵۸)

یقیناً یہ بھی ہوگا کہ تم (یعنی مسلمان) اپنے سے پہلے کی گمراہ امتوں کے طریقوں کی پوری پیروی کروگے بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ (یعنی برابر) اور گمراہیوں میں بالکل ان کے قدم بقدم چلوگے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کروگے۔ حضور سے عرض کیا گیا آپ کا مطلب یہود و نصاریٰ سے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تو اور کون! (یعنی مطلب یہی ہے کہ تم یہود و نصاریٰ والی گمراہیاں اختیار کروگے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم نے اللہ تعالےٰ کی وحی کی بنیاد پر جس طرح دوسری ہزاروں پیشین گوئیاں مستقبل کے بارہ میں فرمائیں اسی طرح آپ نے (یقیناً دلی رنج وغم کے ساتھ) ایک دفعہ یہ پیشین گوئی بھی مسلمانوں کے بارہ میں فرمائی جو اس حدیث شریف میں ہے۔ یعنی یہ کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ یہود و نصاریٰ وغیرہ اگلی گمراہ امتوں والی گمراہیوں میں بھی مبتلا ہوں گے۔ تقدیرِ الٰہی میں پہلے ہو چکا ہے۔

ہمیں یقین ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ صدیوں پہلے سے مسلمانوں کے کچھ طبقے

جو مشرکانہ اعتقادات اور رسوم و خرافات میں مبتلا ہوئے اور آج بھی مبتلا ہیں بلاشبہ وہ رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی اس پیشین گوئی کا ظہور ہے۔

ہم اس وقت صرف گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے اور وہ بھی صرف ہندستان کے مجددین و مصلحین کی چند شہادتیں پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے دور کے مسلمانوں کو شرک میں گرفتار دیکھا اور اس پر اپنے رنج و غم اور غصہ کا اظہار فرمایا اور اصلاح کی کوشش فرمائی۔

حضرت مجدد الف ثانی کی شہادت

سب سے پہلے امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی شہادت سنیئے! دفتر سوم کے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

وحیوانات را کہ نذر مشائخ میکنند و بر سر قبر ہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات ذبح میمایند در روایات فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ ایں ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند۔

اور یہ لوگ بزرگوں کے لئے جو حیوانات (مرغوں بکروں وغیرہ) کی نذر مانتے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر لے جاکر ان کو ذبح کرتے ہیں تو فقہی روایات میں اس فعل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے اور فقہا نے اس باب میں پوری شدت سے کام لیا ہے اور ان قربانیوں کو جنوں (دیوتاؤں اور دیویوں) کی قربانی کے قبیل سے ٹھہرایا ہے۔

آگے اسی مکتوب میں ان جاہل عورتوں کے بارہ میں لکھا ہے جو پیروں اور بیبیوں کی نیت سے اور ان کے نام کے روزے رکھتی ہیں اور ان روزوں کے توسل سے ان پیروں اور بیبیوں سے اپنی حاجتیں طلب کرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ وہ ہماری حاجتیں پوری کریں گے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ان کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ :

ایں شرک در عبادتست ؎	کہ ان جاہل عورتوں کا یہ عمل شرک فی العبادت ہے ۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اُس زمانہ کے مسلمانوں میں ایسے جاہل موجود تھے جو بزرگوں کے لئے جانوروں کی نذریں مانتے اور ان کی قبروں پر جاکر ان کے لئے قربانیاں کرتے تھے جس کو فقہا نے شرک قرار دیا ہے اور ایسی جاہل عورتیں بھی تھیں جو پیروں اور بیبیوں کو حاجت روا سمجھ کر ان کے نام کے روزے رکھتی تھیں جو شرک فی العبادت ہے ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شہادت

اور اسی گیارہویں صدی کے ایک دوسرے بڑے عالم اور مصلح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے "اشعۃ اللمعات" میں توسل بروحانیت صالحین و مقربین کی وکالت کرتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے ۔

نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق و التجا	ہاں اگر بزرگوں کے مزارات پر جانے والوں کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ مزاروں والے بزرگان دین ، خود تصرف کرتے ہیں

بجانب وے تعالیٰ چنانکہ عوام وجاہلان و غافلان اعتقاد دارند وچنانکہ مے کنند آنچہ حرام ومنہی عنہ است در دین از تقبیل قبر وسجدہ مر آنرا ونماز بسوئے وے وجز آں کہ ازاں نہی وتحذیر واقع شدہ است این اعتقاد واین افعال ممنوع وحرام خواہد بود ۔

(اشعۃ للمعات)

اوراس تصرف میں مستقل ہیں اوراس کی قدرت رکھتے ہیں بغیراس کے کہ حق، تعالیٰ کی طرف توجہ اوراس سے التجا کریں جیساکہ عوام اور جاہل اور غافل لوگ اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ خرافاتی کام کرتے ہیں جو دین میں حرام اور ممنوع ہیں جیسے قبر کو چومنا اوراس کو سجدہ کرنا اور قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا اوراس کے علاوہ خرافات ومنکرات جن سے منع کیا گیا ہے اور جن سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی تو یہ اعتقاد اور خرافاتی اعمال ممنوع اور حرام ہوں گے ۔

یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن کی بعض مجمل عبارتوں سے بریلوی حضرات مختلف مسائل میں سند پکڑتے ہیں انہوں نے اپنی اس عبارت میں یہ شہادت دی ہے کہ ان کے زمانہ میں مسلمانوں میں ایسے جاہل عوام موجود تھے جو یہ مشرکانہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ مزارات والے بزرگان دین خدا تعالیٰ کی طرف توجہ اور خدا تعالیٰ سے دعا و التجا کے بغیر اپنے مستقل اختیارات اور قدرت سے تصرف کرتے ہیں اور اسی عقیدہ کی بنا پر ان کی قبروں کو چومتے اور سجدے کرتے اور اسی طرح کے دوسرے خرافاتی اعمال کرتے تھے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی شہادت

اور بارہویں صدی کے مجدد و مصلح امت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر در تصویر حال مشرکین و اعمال ایشاں توقف داری احوال محترفان اہل زمانہ، خصوصاً آنانکہ باطراف دارالاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن کہ ... بر قبور و آستانہا می روند و انواع شرک بعمل مے آرند الخ (الفوز الکبیر صٓ)	اگر عرب کے مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لئے مشکل ہو اور اس میں کچھ سوچ بچار ہو تو اپنے زمانہ کے پیشہ ور عوام خاص کر وہ جو دارالاسلام کے اطراف میں رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دینی تعلیم اور صحبت سے محروم ہیں، ان کا حال دیکھ لو۔ وہ قبروں اور آستانوں اور درگاہوں پرجاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کرتے ہیں

اور یہی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں شرک کی، بعض خاص شکلیں بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

و ھذا مرض جمھور الیھود و النصارٰی والمشرکین و بعض الغلاۃ من منافقی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم یومنا ھذا۔	اور شرک کی یہ وہ بیماری ہے کہ جس میں، یہود و نصاریٰ، اور مشرکین بالعموم اور ہمارے اس زمانہ میں مسلمانوں میں سے بعض غالی منافقین مبتلا ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ، باب فی حقیقۃ الشرک صٓ)

حضرت شاہ عبدالعزیز کی شہادت

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ و جانشین شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سنیئے جنہوں نے بارہویں صدی اور پھر تیرھویں صدی کے مسلمانوں کو بھی دیکھا، انہوں نے تفسیر فتح العزیز اور اپنے فتاویٰ میں جابجا دکھ، درد اور غصہ کے ساتھ مسلمانوں کی اس حالت کا ذکر کیا ہے کہ وہ مشرکانہ اعتقادات اور شرکیہ رسوم و خرافات میں مبتلا ہیں۔ سورۂ مزمل کی تفسیر میں ایک مقام پر پہلے تفصیل سے تحریر فرمایا ہے کہ یہ شان صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے کہ جو اس کو جب اور جہاں سے یاد کرے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہو جائے اور یہ شان بھی اسی کی ہے کہ وہ اس ذاکر بندہ کی قوت مدرکہ میں آ جائے جس کو شریعت کی خاص زبان میں دنو، تدلی اور قرب نزول کہا جاتا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں۔

ایں ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست آرے بعض کفرہ در حق بعضے از معبودان خود بعضے پیر پرستاں از زمرۂ مسلمین در حق پیران خود امراول را ثابت می کنند و در وقت احتیاج بہمیں اعتقاد بانہا استغاثت می نمایند۔	یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا خاصہ ہیں یہ کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہیں ہاں بعضے کفار اپنے بعض معبودوں اور دیوتاؤں کے بارہ میں اور مسلمانوں میں سے بعضے پیر پرست اپنے پیروں کے بارہ میں، ان میں سے پہلی چیز ثابت کرتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے وقت اسی اعتقاد کی بنا پر ان سے فریاد کرتے اور مدد کیلئے انکو پکارتے ہیں۔
(فتح العزیز پارہ تبارک الذی)	

اور یہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فتاوٰی میں ایک سوال کے جواب میں ہندوستان کے موجودہ ہندوؤں کے شرک کا حال بیان فرماکر آخر میں تحریر فرماتے ہیں

وہمیں است حال فرقہ ہائے بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازان و مجاوران قبور و جلالیاں و مداریاں ۔

(فتاوٰی عزیزی جلد اول ص[illegible])

اور موجودہ ہندوؤں کے شرک کا جو حال بیان کیا گیا یہی حال ہے بہت سے تمام کے مسلمانوں کا مثلاً تعزیہ داروں اور قبروں کے مجاوروں اور جلالیوں مداریوں کا۔

اور اسی فتاوٰی میں ہے ۔

درباب استعانت بارواح طیبہ دریں است بسیار افراط بوقوع آمدہ آنچہ جہال و عوام اینہا مے کنند و ایشاں را در ہر عمل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است ۔

(فتاوٰی عزیزی جلد اول ص[illegible])

ارواح طیبہ سے استعانت کے معاملہ میں اس امت میں بہت ہی غلو اور افراط پیدا ہو گیا ہے ۔ اس امت کے جہال و عوام جو کچھ کرتے ہیں اور ہر کام میں ان کو مستقل متصرف سمجھتے ہیں یہ بلاشبہ شرک جلی ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانی ، حضرت شیخ عبد الحق ، حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبد العزیز ، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم کی ان تصریحات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ گیارہویں صدی بارہویں صدی اور پھر تیرہویں صدی ہجری میں بھی ہندوستان کے مسلمانوں میں ایسے جاہلوں اور گمراہوں کی خاصی تعداد تھی جن کے اعتقادات اور اعمال یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کی طرح مشرکانہ تھے ۔

اور بلاشبہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم کی اس پیشین گوئی

کے مطابق تھا جس کا ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابھی ذکر کر چکے ہیں۔
اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ان حضرات کے زمانوں کے بعد یہ بیماری اور بڑھتی ہی رہی۔

مسلمانوں میں شرک کا فروغ دیکھکر شاہ شہیدؒ کی بے چینی اور تقویۃ الایمان کی تصنیف

اسی صورت حال نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے اور قابل فخر شاگرد حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جنہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اسلاف اور خاص کر اپنے جد امجد اور مورث اعلیٰ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وراثت میں ملا تھا، بہت زیادہ بے چین کیا اسی مجاہدانہ جذبہ سے سرشار ہو کر انہوں نے تقویۃ الایمان لکھی اور شیطان اور اس کے چیلوں، چانٹوں نے امت محمدیہ کے جاہل طبقوں میں جو شرک پھیلا دیا تھا اس پر ٹھیک فاروقی انداز میں بھرپور وار کیا اور حق یہ ہے کہ اس کو جہنم رسید کر دیا۔

تقویۃ الایمان اور فاروقی انداز عقیدۂ توحید کے معاملہ میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص مزاج و انداز کو ان دو واقعوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

اول یہ کہ وادی حدیبیہ کے جس بابرکت درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی (جس بیعت کا اور اس بابرکت درخت کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے) جب سیدنا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت میں یہ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاکر نمازیں پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو دھمکایا اور حکم دے کر اس درخت کو کٹوا دیا۔

(رواہ ابن سعد باسناد صحیح فتح الباری [illegible])

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ حجر اسود کے پاس آئے اور شرعی قاعدے، کے مطابق آپ نے اس کو بوسہ دیا اور چوما اور سب کو سنا کر اور حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا۔

انی لاعلم انک حجر لا تنفع و لا تضر ولولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلک ما قبلتک

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ماذکر فی حجر الاسود ص۲۱۸)

میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ بس تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان (یعنی تجھے چومنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ تیرے اختیار میں کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا ہے کچھ بھی تیرے اختیار میں نہیں ہے تجھے چومنا صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے اتباع اور اقتدا میں ہے)، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھے نہ چومتا۔

صرف ان دو واقعوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ عقیدۂ توحید کی حفاظت کے بارہ۔

میں اہل امت کو شرک کے خطرے سے بھی بچانے کے سلسلے میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزاج اور انداز کیا تھا۔

یہی مزاج و انداز حضرت شاہ اسماعیل شہید فی سبیل اللہ کو وراثت میں ملا تھا وہ نسباً بھی فاروقی تھے۔ تقویۃ الایمان کی سطر سطر اسی مزاج و انداز کی آئینہ دار ہے اس کے خاص مخاطب وہی جاہل اور گمراہ عوام ہیں جو اس وقت طرح طرح کے شرکیات میں مبتلا تھے۔ خود تقویۃ الایمان میں جابجا اس کی صراحت اور شہادت موجود ہے۔[1]

اسی لئے حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو اس اردو زبان میں لکھا جو اس وقت بالکل ابتدائی اور طفولیت کی حالت میں تھی اور اس کو ہندی کہا جاتا تھا وہ اس وقت ہندستانی مسلمانوں کی تصنیفی زبان نہیں تھی بلکہ خط و کتابت کی زبان بھی نہیں تھی پڑھے لکھے سارے مسلمان اس وقت فارسی میں لکھتے پڑھتے تھے۔ گویا مسلمانوں کے لئے جو حیثیت آج اس ملک میں اردو کی ہے وہ اس زمانہ میں فارسی کی تھی اسی لئے حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی دوسری جو کتابیں اس زمانہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لئے لکھیں وہ سب فارسی میں لکھی ہیں۔

منصب امامت، ایضاح الحق الصریح، اور یکروزی، فارسی میں ہیں اور تنویر العینین اور عبقات جو خاص علماء کے لئے ہیں وہ عربی میں ہیں۔ الغرض حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقویۃ الایمان "ہندی" کہلانے والی اس وقت کی اردو میں اس لئے

---

[1] اسی کتاب کے صفحہ ۹۵-۹۶ پر تقویۃ الایمان کے صفحہ ۷، ۰ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

لکھی کہ اس کے خاص مخاطب وہ جاہل عوام تھے جنہوں نے طرح طرح کے مشرکانہ اعتقادات اور رسوم وخرافات کو اپنا لیا تھا وہ اسی زبان میں کچھ سمجھ سکتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس کتاب تقویۃ الایمان نے اُس وقت کی شرک کی دنیا میں آگ لگا دی اور شرک کے سر سے پھوٹنے پھنسیوں کا الب آپریشن ہوا کہ قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں اور درگاہوں کے مجاوروں میں چیخ و پکار پڑ گئی۔ اور یہی سنۃ اللہ ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔

اس تمہید کے بعد ہم اصل تفصیلی بحث شروع کرتے ہیں اور اس بحث کو دو حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ "ایک علم غیب" اور دوسرے "کائنات میں تصرف کی قدرت"۔ ارشد القادری صاحب کے الزامات اور دعووں کا تعلق بنیادی طور پر ان ہی دو عنوانات سے ہے اور ان کی بنیاد زیادہ تر "تقویۃ الایمان" کی عبارتوں پر ہے۔ ہم بھی دونوں بحثوں میں سب سے پہلے "تقویۃ الایمان" ہی کی عبارتوں پر بحث کریں گے۔

پہلی بحث علم غیب کے بارہ میں

قرآن مجید اور مسئلہ علم غیب

جو شخص قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت سے بالکل جاہل نہیں ہے کچھ بھی واقف اور باخبر ہے اس کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی اس مقدس کتاب میں بیان توحید کے سلسلے میں جس طرح الوہیت زمین و آسمان اور ساری کائنات کی خالقیت عالم کی ربوبیت رزاقیت اور احیاء و اماتت (یعنی مارنے اور زندہ کرنے) کو اللہ تبارک و تعالےٰ کی صفتِ خاصہ بتلایا گیا ہے اور غیر اللہ سے اِن کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح علمِ غیب کو بھی اللہ تبارک و تعالےٰ کی صفت خاصہ بتلایا گیا ہے اور غیر اللہ سے اس کی نفی کی گئی ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔[1]

آیت پاک اس پر شاہد ہے۔

اسی طرح ایسے کسی شخص کو اس میں بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ قرآن پاک کی بہت سی آیات

---

[1] اے ہمارے رسولؐ آپ لوگوں کو بتلا دیجئے اور اعلان فرما دیجئے کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی مخلوقات و موجودات ہیں (جن و انس اور فرشتے) ان میں کسی کو بھی علمِ غیب نہیں بس اللہ تبارک و تعالےٰ ہی کو ہے۔ (سورہ نمل)

مثلاً۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۔ [1] اور وَمَا ۔
۔ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ
رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ، [2]

وغیرہ سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے نبیوں رسولوں کو وحی وغیرہ کے ذریعہ غیب کی بہت سی باتوں کی خبر اور اطلاع دیتا ہے اور پھر اس میں بھی شبہ نہیں کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بتلانے سے دوسرے عام لوگوں کو بھی ان باتوں کی خبر اور اطلاع ہو جاتی ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے دوسرے مقرب بندوں کو بھی جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں جب چاہتا ہے کشف، الہام وغیرہ کے ذریعہ ایسی چیزوں کی اطلاع دے دیتا ہے لیکن قرآن مجید میں اور رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے کسی ارشاد میں کہیں اس کو علم غیب نہیں کہا گیا۔ علم غیب جس کا نام ہے وہ، صرف اللہ تبارک وتعالےٰ کی صفت خاصہ ہے۔

---

[1] یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اسے رسول ہم وحی کے ذریعہ آپ کو اس کی اطلاع دیتے ہیں۔ (حاصل مطلب) (آل عمران ویوسف)

[2] اور اللہ تبارک وتعالےٰ یہ نہیں کرے گا کہ اے مؤمنین تم کو غیب کی اطلاع دے دے (یہ طریقہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا نہیں ہے) لیکن (اس کا دستور یہ ہے کہ) وہ اس کیلئے اپنے رسولوں کو خاص کر لیتا ہے ان میں سے جس کو چاہتا ہے (جس غیب کی چاہتا ہے اطلاع دے دیتا ہے) (حاصل مطلب) (آل عمران)

قرآن پاک کی زبان اور اصطلاح میں علم غیب

واقعہ یہ ہے کہ قرآن عزیز کی زبان اور دین کی خاص اصطلاح میں "علم غیب" غیب کا وہی علم ہے جو کسی کے بتلائے بغیر کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو۔ اور یہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی صفت اور شان ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی حقیقت کو اسی عقیدہ کو حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے بہت ہی سادہ انداز میں سمجھایا ہے۔ ؎

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار
ہر کسے گوید کہ میدانم ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل
جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

پس اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم یا فلاں ولی کو "علم غیب" کی یہ صفت دے دی ہے جس کی وجہ سے ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحی اور کشف والہام کے بغیر خود اپنے ارادے سے غیب کا علم، حاصل ہے یا ہو جاتا ہے اور وہ ان کے اپنے اختیار میں ہے تو بلاشبہ یہ عقیدہ ایسا ہی مشرکانہ ہوگا جیسا کہ یہ کہنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا فلاں ولی کو الوہیت کا درجہ دے دیا ہے یا ربوبیت، خالقیت، ورزاقیت، کی صفت عطا فرما دی ہے اور وہ اللہ کی عطا سے الٰہ ومعبود، اور خالق ورازق اور رب العالمین ہو گئے ہیں (معاذ اللہ)، اگر کوئی شخص توحید کے بارہ میں قرآن پاک کی ہدایت وتعلیم سے بالکل ہی جاہل نہیں ہے تو اس کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ عقیدہ قطعاً

مشرکانہ ہے اسی طرح یہ بھی کہ کل غیب کا علم صرف اللہ تبارک وتعالےٰ کو ہے اگر کسی مخلوق کے بارہ میں کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اس کو کل غیب کا علم ہے تو اس کے مشرک ہونے میں بھی شبہ نہیں۔

ہاں یہ عقیدہ بالکل برحق اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے کہ "علم غیب" تو صرف اللہ تبارک وتعالےٰ ہی کو ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کل غیب کا علم بھی صرف اسی کو ہے لیکن اس نے اپنے رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی وغیرہ کے ذریعہ غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کی خبر دی ہے اور اولیاء اللہ کو بھی کشف والہام کے ذریعہ ایسی بہت سی چیزوں کی خبر ہو جاتی ہے۔ لیکن نہ یہ علم غیب ہے اور نہ اس کی وجہ سے کسی کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔ اگر بالفرض کسی مصنف نے اس کے لئے علم غیب یا غیب دانی کا لفظ استعمال کیا ہو تو اس کو تسامح سمجھا جائے گا۔

تقویۃ الایمان میں علم غیب کا مسئلہ

ان تمہیدی سطروں کے بعد اب آپ علم غیب سے متعلق "تقویۃ الایمان" کی عبارت پڑھئے اور دیکھئے کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے کیا وہ بعینہٖ وہی نہیں ہے جو اس مسئلہ میں قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک کی تعلیم ہے۔ اور جو کچھ کہا گیا ہے قرآنی آیات اور احادیث نبوی کے حوالہ سے کہا گیا ہے۔

تقویۃ الایمان کی دوسری فصل "اشراک فی العلم" کے بیان میں ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ

الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ،

ترجمہ: فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ انعام میں کہ اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا ان کو مگر وہ ہی "

ف ۔ یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک، سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل بوجھنے کو، اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جب کچھ دیکھنے کو دل چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو بند کر لی جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا، نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا۔ سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کی کنجیاں ان کو دی ہیں۔ جیسے جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے کہ جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں۔ سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیں کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام زادے کو، بھوت و پری کو، اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر کر دیتا ہے ۔

ان سطروں میں شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جو کچھ لکھا ہے ظاہر ہے کہ اس کا حاصل وہی ہے جو ہم ابھی تمہیدی سطروں میں عرض کر چکے ہیں یعنی اپنے ارادہ و اختیار سے غیب کا علم حاصل ہونا یا حاصل کر لینا یہ صرف اللہ تبارک و تعالےٰ کی شان و صفت ہے اللہ تبارک و تعالےٰ نے یہ کسی کو نہیں دی ۔ ہاں اپنے ارادہ سے جس کو جو بتانا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے ۔ آگے اس کی کچھ مزید وضاحت کرنے کے بعد حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

"سو یقین یوں رکھنا چاہیئے کہ غیب کے خزانے کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا "

اس کے آگے فرماتے ہیں ۔

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات دریافت کر لوں ، اور آئندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعوئے خدائی کا رکھتا ہے ۔ اور جو کوئی کسی نبی ، ولی کو یا جن و فرشتے کو امام و امام زادے کو پیر و شہید کو یا نجومی و رمال یا جفار کو یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن اسٹی کو یا بھوت و پری کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس آیت سے منکر ۔

(صفحہ ۲۵)

تقویۃ الایمان کی عبارات آپ کے سامنے ہے اس میں شرک کا حکم صرف اس صورت میں لگایا گیا ہے کہ کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اپنے ارادہ واختیار سے اللہ تبارک و تعالےٰ کے بتلائے بغیر علم غیب حاصل کر سکتا ہے اور اس کے ہاتھ میں غیب کی کنجی ہے اسی کے ساتھ اس کا کھلا اقرار ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے ارادہ سے جس کو چاہتا ہے غیب کی باتوں کی خبر اور اطلاع دے دیتا ہے۔

آگے حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ علم غیب کے بارہ میں قرآن پاک کی ایک دوسری آیت پیش کرتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۔

کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۃ نمل میں کہ کوئی نہیں جانتا جتنے لوگ ہیں آسمان میں اور زمین میں غیب کو مگر اللہ۔ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب اٹھائے جاویں گے۔

ف۔ یعنی اللہ صاحب نے پیغمبر کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن نہ کوئی چیز۔ یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں "

(تقویۃ الایمان ص۳۰)

تقویۃ الایمان کی ان سطروں سے بھی ظاہر ہے کہ اس کے مصنف حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے نزدیک سورۃ نمل کی اس آیت پاک

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ

میں اسی علم غیب کو اللہ تبارک و تعالےٰ کی خاص صفت بتلایا گیا ہے اور زمین و آسمان

کی ساری مخلوقات وموجودات جن وانس اور فرشتوں وغیرہ سے اسی علم غیب کی نفی کی گئی ہے جس کو قرآن کی زبان اور دین کی خاص اصطلاح میں "علم غیب" کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام کے بغیر اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم جو اللہ تعالیٰ ہی کی شان وصفت ہے۔

اشراک فی العلم کے سلسلے میں یعنی "علم غیب" کی بحث میں شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری آیت سورۂ اعراف کی پیش کی ہے۔

قل لا املك لنفسى نفعا ولا ضرا الا ماشاء الله و لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسنى السوء ان انا الا نذير و بشير لقوم يؤمنون،

اس آیت پاک کا ترجمہ اور مطلب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان کی بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کا رستہ بتلاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں کچھ تصرف کرنے کی قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھول دیویں یا مراد پوری کر دیویں یا فتح و شکست دے دیویں یا کسی کو بادشاہ کر دیویں یا کسی کو امیر وزیر یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں یا کسی کا ایمان چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب

بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار ۔
اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کی بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کریں یا جس آئندہ بات کو جب چاہیں دریافت کرلیں ۔ کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان (یعنی ناواقف)
(صـ ۲۹)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے سورۃ اعراف کی مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں تصرف کی خود مختارانہ قدرت کی اور اسی طرح مستقل خود اختیاری علم غیب کی غیر اللہ سے نفی کی ہے اور یہ دونوں چیزیں بلاشبہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی صفات خاصہ میں سے ہیں ۔ اگر قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی توحید پر ایمان ہو تو اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ۔

اس سلسلہ میں تقویۃ الایمان کی ایک عبارت اور بھی پڑھ لی جائے ۔ شروع ہی میں : بیان کرتے ہوئے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں جن میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہیئے ۔ فرماتے ہیں ۔
سو اول بات یہ ہے کہ ہر جگہ حاضر وناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنا ، دور ہو یا نزدیک ہو ، چھپی ہو یا کھلی ہو ، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں ، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا سمندر کی تہ میں ، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی شان نہیں ۔ سو جو کوئی کسی کا نام

اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دیوے، اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ میں جب اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی، مرنا جینا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے۔ اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے، اور جو خیال، وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی سب باتیں شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی قدرت سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدہ سے ہر طرح مشرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۸)

تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو غور سے پڑھیے اور اس کے جس فقرہ پر ہم نے خط دے دیا ہے (یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے) اس کو خاص طور سے نظر کے سامنے رکھئے اور پھر بتلایئے کہ اس میں جن

عقیدہ کو شرک اور اس کے رکھنے والے کو مشرک بتلایا گیا ہے کیا قرآن پاک پر ایمان لانے والا اور اس کی دعوت توحید کو قبول کرنے والا کوئی آدمی اس سے اختلاف کر سکتا ہے کیا اللہ کا سا علم کسی مخلوق کو ثابت کرنا شرک نہیں ، اور کیا اگر کوئی ناخدا شناس جاہل یہ کہے کہ کسی نبی یا ولی یا پیر شہید کو یا کسی بھوت یا دیوی دیوتا کو اللہ کا سا علم ہے یعنی اللہ کے بتلائے بغیر وہ خود ہی اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم حاصل کرتا ہے (جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے) اور یہ صفت اللہ تعالیٰ نے اس کو دے دی ہے تو کیا وہ مشرک نہ ہوگا ؛

ہم تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ ابوجہل و ابولہب وغیرہ مشرکین مکہ اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے لئے الوہیت اور علم غیب اور کن فیکونی تصرف وغیرہ کی جو خدائی صفات مانتے تھے وہ ان کو خدا کی طرف سے عطا کی ہوئی کہتے تھے اور محدود بھی مانتے تھے ۔

زلزلہ کے مصنف کی کھلی خیانت

ہم نے تقویۃ الایمان کا جو طویل اقتباس ص۳ سے ابھی اوپر نقل کیا ہے ارشد القادری صاحب نے بھی زلزلہ کے صفحہ ۵ پر اس کا کافی حصہ درج کیا ہے لیکن خیانت یہ کی ہے کہ جس فقرہ پر ہم نے خط دیا ہے (یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے) اس کو درمیان سے بالکل حذف کر دیا ہے اور اس کی جگہ نقطے لگا دیئے ہیں ، حالانکہ اسی فقرہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہوتی ہے کہ شاہ شہیدؒ نے کسی مخلوق کے لئے اللہ کا سا علم ثابت کرنے کو شرک کہا ہے اور کسی ایمان والے کو اس سے اختلاف کی جرأت نہیں ہو سکتی ۔ ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحی و الہام کے ذریعے اور اس کے بتلانے سے غیب کی باتوں کی خبر اور اطلاع ۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کو ہو جانا بالکل برحق ہے ۔ اور خود تقویۃ الایمان میں جابجا اس کی صراحت ہے چنانچہ اس کے صفحہ ۲۴ سے جو عبارت ہم نے اوپر نقل کی ہے اس میں خود اختیاری علم غیب کی غیر اللہ سے نفی کرنے کے بعد آخری فقرہ یہ تھا کہ ۔

"بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر کر دیتا ہے"۔
(صٰ ۲۴)

اس کے آگے صفحہ ۲۵ سے یہ عبارت بھی اوپر نقل ہو چکی ہے ۔

"سو یقین رکھنا چاہیئے کہ غیب کے خزانے کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے بس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا"۔ (صٰ ۲۵)

ان عبارات سے بالکل ظاہر ہے کہ تقویۃ الایمان کے مصنف حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ دنیا کے سارے اہل ایمان کی طرح اس کے قائل ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو عالم الغیب ہے وہ اپنے ارادے سے غیب کی باتوں کی اطلاع انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یا اپنی بندوں کو جو چاہتا ہے وحی اور کشف والہام وغیرہ کے ذریعہ دیدیتا ہے ۔ ہاں ان کو اس سے انکار ہے کہ کسی نبی یا ولی کو یا کسی مخلوق کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے علم غیب کی صفت دے دی ہو یعنی ان کو یہ قدرت دے دی ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بتلائے بغیر اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم خود حاصل کر لیں ۔ یہ شان اور صفت اللہ تبارک و تعالےٰ ہی کی ہے اور اس کے سوا کسی بھی مخلوق کے لئے اس کا اثبات

کرنا بلاشبہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ اسی طرح کسی مخلوق کے لئے کل غیب کا علم ماننا بھی مشرکانہ عقیدہ ہے یہ بھی اللہ ہی کی شان اور صفت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

"زلزلہ" کے مصنف نے تقویۃ الایمان کی جتنی عبارتیں اس مسئلہ سے متعلق نقل کی ہیں ان سب کا حاصل اور مدعا وہی ہے جو ہم نے عرض کیا اور ان میں اسی مشرکانہ عقیدے کو شرک کہا گیا ہے اور انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب فقہاء و متکلمین اور دیگر اکابر علماء امت کی وہ عبارات نقل کریں گے جن سے معلوم ہوگا کہ تمام اہل حق کا یہی مسلک ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارات و تصریحات

"زلزلہ" کے مصنف نے اسی مسئلہ علم غیب سے متعلق "تقویۃ الایمان" کی عبارتوں کے بعد فتاویٰ رشیدیہ کی چند عبارتیں نقل کی ہیں پہلے نمبر پر یہ عبارت ہے:

(۱) جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے ......

...... وہ بے شک کافر ہے ۔۔۔ اس کی امامت، اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۹، زلزلہ صلا)

زلزلہ کے مصنف کی کھلی خیانت

یہاں بھی اس ظالم نے صریح مجرمانہ خیانت کی ہے ایک فقرہ جس سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہوتی تھی اس کو درمیان سے حذف کر دیا اور اس کی جگہ نقطے لگا دیئے فتاویٰ رشیدیہ میں اس فتویٰ کی پوری عبارت اس طرح ہے۔

"جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے، اس

کی امامت اور اس سے میل جول، محبت و مودت سب حرام ہیں۔ فقط۔

واللہ اعلم "

"زلزلہ" کے مصنف نے خط کشیدہ فقرہ، اللہ تعالےٰ کی برابر کسی دوسرے کا علم جانے، درمیان سے حذف کر دیا جس سے یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کفر کا حکم اس صورت میں لگایا ہے جب کہ کوئی شخص اللہ تبارک و تعالےٰ کے سوا کسی مخلوق کے لئے اللہ تبارک و تعالےٰ کے برابر علم ثابت کرے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

رسول پاک کیلئے اللہ تعالےٰ کے برابر علم ثابت کرنیوالے کے کفر پر اجماع ہے

مشہور محقق حنفی عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی موضوعات کبیر میں ہے۔

ومن اعتقد تسوية علم الله ورسوله يكفر اجماعا كما لا يخفى

(موضوعات کبیر)

اور جو کوئی شخص اللہ و رسول کے علم کی، برابری کا عقیدہ رکھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم کے لئے اللہ تبارک و تعالےٰ کے برابر علم ثابت کرے)، اس کے کافر ہونے پر اجماع ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس فتوے میں اسی عقیدہ پر کفر کا حکم لگایا ہے جس کے کفر ہونے پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اجماع نقل کیا ہے۔ لیکن "زلزلہ" کے مصنف نے یہ خیانت کی کہ درمیان سے وہ جملہ

حذف کردیا جس میں یہ وضاحت کی گئی تھی ۔

"لہٰذا" میں فتاویٰ رشیدیہ کے مندرجہ بالا فتوے کے علاوہ اسی سے مندرجہ ذیل چند اور عبارتیں بھی مختلف فتووں سے نقل کی گئی ہیں ۔

"علم غیب خاصہ حق جل شانہ ہے ۔"

"اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے :"

"اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو صریح شرک ہے :"

"جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے وہ سادات حنفیہ (یعنی آئمہ احناف) کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے ۔"

"علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں ۔"

"جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرے اس کے پیچھے نماز نادرست ہے ۔" (لانہ کفر کیونکہ یہ کفر ہے)

"جب انبیائے علیہم السلام کو بھی علم غیب نہیں ہوتا تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا ۔"

فتاویٰ رشیدیہ کی ان سب عبارتوں کا مطلب بالکل ظاہر اور برحق ہے

ظاہر ہے کہ ان سب عبارتوں میں اسی علم غیب کے بارہ میں کلام کیا گیا ہے اور اسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یا کسی بھی مخلوق کے لئے ثابت کرنے کو شرک کہا گیا ہے جو اللہ تبارک و

تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اور جس کو قرآن پاک میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت خاص بتلایا گیا ہے اور آسمان و زمین کی ساری مخلوقات سے اس کی نفی کی گئی ہے جیسا کہ تفصیل سے پچھلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ بغیر کسی کے بتلائے اور بغیر وحی و الہام کے اپنے ارادہ اور اختیار سے علم غیب حاصل کرنے کی صفت غیر اللہ کے لئے مانی جائے یا جمیع غیوب کا علم مانا جائے جو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی شان اور صفت ہے تو اس عقیدہ کے شرک اور موجب کفر ہونے میں شبہ نہیں۔ اس کے ثبوت اور تائید میں ہم انشاء اللہ العزیز عنقریب امت کے اکابر علماء اور فقہاء کی عبارتیں پیش کریں گے۔

"زلزلہ" میں فتاویٰ رشیدیہ کی جو عبارت سب سے آخر میں نقل کی گئی ہے وہ دراصل ایک طویل فتوے کا ایک جملہ ہے۔ ہم وہ پورا فتویٰ ذیل میں درج کرتے ہیں اس سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نقطۂ نظر پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ناظرین کرام کے سامنے آجائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ "زلزلہ" کے مصنف نے اپنے ناظرین کو دھوکہ دینے کی کیسی پر فریب کوشش کی ہے۔

علم غیب اور ندائے یا رسول اللہ کے بارہ میں حضرت گنگوہی کا ایک مفصل فتویٰ

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک شخص کے جواب میں، جس نے، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے بارہ میں اور ندائے یا رسول اللہ کے بارہ میں سوال کیا تھا، فرماتے ہیں۔

"علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ و مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اس کو نہیں جانتا" وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو" خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ ہی کے

پاس علم غیب کا ہے کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے ۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالےٰ کو شرک صریح ہے ۔ مگر ہاں جو بات حق تعالےٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتی ہے اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا علم جنت و دوزخ اور رضا وغیرہ کا حق تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا ہے اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی چنانچہ اس آیت سورۂ جن

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الآیۃ)

سے معلوم ہوا ۔ سو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دے دیوے تو اس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالےٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی اس کے ہویں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے ۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ

ترجمہ ! کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدائے تعالےٰ چاہے ، اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی ؛

پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا ۔

خود دوسری آیت میں موجود ہے۔ " لا ادری ما یفعل بی ولا بکم "
ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ
پس جب صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر
جس قدر اطلاع دی جاوے۔ اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں
تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب جانتے
ہیں شرک قبیح جلی ہووے گا۔ معاذ اللہ۔ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے
عقیدہ فاسدہ سے نجات دیوے۔ آمین۔ پس ایسے عقیدت والا مشرک
ہوا...... جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا
بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم
غیب کے تو خود کفر ہے۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر
ہے البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے
کہ ملائکہ اس درود شریف کو حضرت کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ
حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مومن کا آپ کی خدمت میں
عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۶،۵۴)

"زلزلہ" کے مصنف نے اس پورے فتوے سے صرف اتنا جملہ نقل کیا ہے۔" اور
جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا"

(زلزلہ ص ۸)

اب پورا فتوی ناظرین کرام کے سامنے ہے اس میں چار باتیں پوری صراحت، اور

وضاحت کے ساتھ موجود ہیں ۔

فتوے کے چار خاص نکات

(۱) ایک یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وحی یا کشف وغیرہ کے ذریعہ اپنے مقبول بندوں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام کو غیب کی باتوں کی اطلاع دیتا ہے جس سے ان کو ان مغیبات کی خبر اور اطلاع ہو جاتی ہے اور پھر ان کے بتلانے سے عام امتیوں کو بھی اطلاع ہو جاتی ہے جس طرح کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو، جنت و دوزخ وغیرہ امورِ آخرت کے بارہ میں بہت کچھ بتلایا اور انہوں نے اپنی امتوں کو بتلایا۔ حالانکہ جنت و دوزخ وغیرہ یہ سب چیزیں غیب ہیں اور ان کے علاوہ، عالمِ غیب کی ہزاروں چیزیں ہیں جن کی اطلاع حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو وحی سے ہوئی اور آپ نے امت کو ان کی اطلاع دی ۔

(۲) دوسری بات اس فتوے میں صراحت کے ساتھ یہ بھی موجود ہے کہ شرک کا حکم اسی صورت سے متعلق ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم یا دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے سب غیب کے علم کا عقیدہ رکھا جاتے تو بلاشبہ شرک ہے۔

(۳) تیسری بات اس فتوے میں صراحت کے ساتھ یہ موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو "یا رسول اللہ" کے الفاظ سے ندا کرنے کو ناجائز اسی صورت میں کہا گیا ہے جب کہ یہ ندا اور پکارنا اس شرکانہ عقیدہ کی بنیاد پر ہو کہ آپ عالم الغیب ہیں اور جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری دعا اور پکار کو ہر جگہ سے سنتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم بھی عالم الغیب ہونے کی وجہ سے سنتے ہیں ۔

(۴) چوتھی بات اس فتوے میں یہ بھی بصراحت موجود ہے کہ اگر کوئی شخص اس نظریہ کی، بنیاد پر کہ فرشتے ہم امتیوں کا درود و سلام حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو پہنچاتے ہیں (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے) درود و سلام میں حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو یا رسول اللہ خطاب کرے تو جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرفِ ندا سے خطاب کرنیکے بارہ میں ایک اور فتویٰ

استمدادِ ندا سے متعلق ایک فتویٰ اسی "فتاوٰے رشیدیہ" کا، ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اس طرح کے اشعار پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ ؎

یا رسول کبریا فریاد ہے | یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
مدد کر بہرِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ | میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے

حضرت مولانا نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

"ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالےٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے، یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں اور بعقیدہ "عالم الغیب" اور "فریادرس" ہونے کے شرک ہیں۔ اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں، لہٰذا مکروہ ہو دیں گے۔ فقط۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

(فتاوٰے رشیدیہ حصہ اول ص۶۳)

اس موضوع اور مسئلہ سے متعلق ایک اور زیادہ مفصل فتوٰے

اسی موضوع اور مسئلہ کے متعلق حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ایک اور فتوٰے بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

ایک صاحب علم نے مندرجہ ذیل ندائیہ اشعار کے بارہ میں سوال کیا تھا کہ ان کا پڑھنا کیسا ہے ؟ ؎

یا رسول اللہ انظر حالنا	یا نبی اللہ اسمع قالنا
انني في بحر هم مغرق	خذ يدي سهل لنا اشكالنا
یا اکرم الخلق مالی من الوذ به	سواک عند حلول الحادث العمم

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

الجواب یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ندا غیر اللہ تعالےٰ کو کرنا دور دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں مثلاً یہ جانے کہ حق تعالےٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالےٰ ملائکہ پہنچا دیں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں، یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں، کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ، پس اس اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت ہے مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے۔ اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہٰذا ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور

نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہم ہونے کی بوجہ غلبۂ محبت کے منجر ہو جاتی ہے ۔" (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص۱۴۱)

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ان فتووں سے مسئلہ علم غیب، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو حروفِ ندا کے ذریعہ خطاب کے بارے میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا مسلک اور نقطۂ نظر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے ۔ یہ سب فتوے اسی فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہیں جس کے حوالے "زلزلہ" کے مصنف نے دیئے ہیں ۔ لیکن جیسا کہ ناظرین کرام کو تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے ۔ ان حوالوں کا حال یہ ہے کہ سب سے پہلے حوالے میں یہ خیانت کی کہ درمیان سے وہی جملہ حذف کر دیا جو بنیادی اہمیت رکھتا تھا ۔ اور آخری حوالہ میں یہ حرکت کی کہ اس مفصل فتوے سے جو "فتاوےٰ رشیدیہ" کے حصہ سوم کے ص۹۲،۹۳ سے، ابھی دو تین صفحے پہلے نقل کیا جا چکا ہے، صرف یہ جملہ نقل کیا کہ ۔

"جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں ہوتا تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا ۔"

حالانکہ اس مفصل فتوے میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے مسئلہ علم غیب اور ندائے یا رسول اللہ وغیرہ کے بارے میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا مسلک اور نقطۂ نظر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور ہم ابھی اس کی وضاحت کر چکے ہیں

مسئلہ علم غیب سے متعلق زلزلہ میں حضرت تھانوی کی عبارات

زلزلہ کے مصنف نے علم غیب سے متعلق تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد صفحہ ذیل چند عبارتیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ

تعالے علیہ کی بھی درج کی ہیں ۔

(۱) کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے ۔ (کفر و شرک ہے)۔ (بہشتی زیور ج ۱ ص۳۵)

(۲) کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی (کفر و شرک ہے)۔

(بہشتی زیور ج ۱ ص۳۵)

یہاں یہ وضاحت ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان دونوں فقروں کے آخر میں قوسین میں (کفر و شرک ہے) کے الفاظ "بہشتی زیور" میں نہیں ہیں "زلزلہ" کے مصنف نے مطلب کی وضاحت کے لئے اضافہ کئے ہیں ۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ "بہشتی زیور" میں عنوان دیا گیا ہے ۔ **"کفر و شرک کی باتوں کا بیان"** اور حاشیہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے ۔

مـہ یعنی ان باتوں کا بیان جن کو کفر و شرک سے ایک قسم کا خاص تعلق ہے خواہ اس وجہ سے کہ موجب کفر و شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ رسوم و اوضاع کفار و مشرکین سے ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ موہم شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ مفضی الی الشرک ہیں ۔ (اختری بہشتی زیور ج ۱ ص۳۵)

اسی عنوان "کفر و شرک کی باتوں کا بیان" کے ذیل میں یہ بھی لکھا گیا ہے ۔

"کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت ضرور خبر رہتی ہے "

"کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گی ۔"

ظاہر ہے کہ جو جاہل عوام اس طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ پیر یا بزرگ عالم الغیب ہیں اور جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں اور جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا اب اس کے شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں مزید تفصیل انشاء اللہ العزیز اس کی آگے آئے گی۔

"زلزلہ" میں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تیسری عبارت "حفظ الایمان" سے یہ نقل کی گئی ہے۔ بنیجے میں

"بہت سے امور میں آپ کا (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا) خاص اہتمام سے توجہ فرمانا اس کے باوجود مخفی رہنا ثابت ہے۔ قصہ افک میں آپ کی تفتیش واستکشاف بالغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا"۔

اس کی کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کون اتنا جاہل اور بے خبر ہے جو اس سے انکار یا اس میں بحث کر سکے۔

چوتھی اور آخری عبارت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زلزلہ میں یہ نقل کی گئی ہے۔

"یا شیخ عبد القادر و یا شیخ سلیمان کا وظیفہ پڑھنا جیسا عوام کا عقیدہ ہے ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے مشرک بن جاتا ہے"۔

(فتاویٰ امدادیہ۔ ج ۴ ص ۵۵ زلزلہ ص)

اس میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ اس طرح کا وظیفہ پڑھنے پر اسلام سے خارج اور مشرک ہونے کا حکم اسی صورت میں لگایا جائے گا جب کہ جاہل عوام کی طرح ان کو عالم الغیب اور اپنے اختیار وقدرت سے متصرف سمجھ کے یہ وظیفہ پڑھے ہم نے ایسے جاہلوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کی صریح مشرکانہ باتیں اپنے کانوں سے سنی ہیں۔

بلاشبہ ایسے لوگ اسلام سے قطعاً خارج اور مشرک ہیں۔

شیئاً للہ کے وظیفہ کے بارے میں قاضی ثناء اللہ کا فتویٰ

اب سے تقریباً دو سو سال پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذ اور تفسیر مظہری کے مصنف عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "ارشاد الطالبین" میں اس وظیفہ کے بارے میں بعینہٖ وہی لکھا ہے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

آنچہ جہال میگویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است۔	وہ جو جاہل لوگ کہتے ہیں، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ یہ جائز نہیں ہے بلکہ یہ شرک و کفر ہے۔

(ارشاد الطالبین ص۲۰)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کا فتوےٰ

اسی طرح حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس وظیفہ کو ناجائز لکھا ہے اور اگر حاضر و ناظر اور متصرف سمجھ کر پڑھے تو اس کو شرک و کفر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو "مجموعۃ الفتاویٰ" مولانا عبدالحی جلد اول ص۲۵۲۔

"زلزلہ" میں علم غیب سے متعلق حضرت شاہ اسماعیل شہید، حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے علاوہ جماعت دیوبند سے تعلق رکھنے والے متعدد حضرات کی اور بھی چند عبارتیں نقل کی ہیں۔ ہم ان کا نقل کرنا بے جا طوالت سمجھتے ہیں ان سب کے بارہ میں اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ ان میں غیر اللہ سے جس علم غیب کی نفی کی

گئی ہے اور جس کے اعتقاد کو شرک یا کفر کہا گیا ہے وہ وہی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت خاصہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم حاصل کرلینا یا بلا استثناء جمیع غیوب کا علم۔ بلاشبہ یہ علم اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی شان وصفت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا شرک وکفر ہے۔ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ اور وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو اور وللہ غیب السمٰوٰت والارض۔ وغیرہ آیات میں اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص صفت بتلایا گیا اور اسی کی تمام مخلوقات سے نفی کی گئی ہے۔ اور فقہاء حنفیہ اور دوسرے علماء امت نے اسی کے اعتقاد پر کفر وشرک کا حکم لگایا ہے اور جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں بھی نقل کیا ہے ان حضرات کی عبارتیں ہم انشاء اللہ العزیز عنقریب پیش کریں گے۔

اس مرحلہ پر پہنچ کر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب کے بارے میں حضرات علماء دیوبند کا مسلک وعقیدہ جو دراصل تمام اہل حق سلف وخلف کا عقیدہ ہے منقح طور پر، ناظرین کرام کے سامنے پیش کردیں۔

عقیدۂ علم غیب سے متعلق مسلک کی تنقیح

عقیدۂ علم غیب کی چند شکلوں کو اور ان کے بارہ میں اپنے عقیدہ اور مسلک کو ہم ذیل میں نمبروار درج کرتے ہیں۔ ناظرین کرام غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)

پہلی شکل غالباً اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ جو قومیں خدا تعالےٰ کو سب مخلوقات کا خالق اور سارے عالم اور تمام کائنات کو اس کی مخلوق مانتی ہیں وہ سب یہ بھی تسلیم کرتی ہیں کہ کسی بھی مخلوق میں جو صفت ہے وہ خالق کی عطا کی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ مشرکین جو اپنے دیوتاؤں کے لئے الوہیت اور علم غیب اور مستقل اختیاری تصرف کی قدرت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے سارے شرک کی بنیاد اسی پر ہے وہ بھی، جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے، یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے دیوتاؤں کو یہ صفات اور یہ درجے اللہ تعالےٰ ہی نے عطا کئے ہیں وہ اس کے مقرب اور چہیتے ہیں۔

اور یہ مسئلہ عقلی بھی ہے۔ ایسی صفات اور ایسے کمالات جو کسی کے عطا کئے ہوئے بالکل نہ ہوں صرف واجب الوجود میں ہو سکتے ہیں جو ہستیاں اپنی ذات سے واجب الوجود نہیں ہیں بلکہ انکو وجود بھی دوسرے نے بخشا ہے ان کی کوئی صفت اور کوئی کمال بھی ایسا نہیں ہو سکتا جو دوسرے کا عطا کیا نہ ہو، ان کے لئے کسی بھی ایسے کمال کا حاصل ہونا عقلاً بھی محال ہے۔ اسی بنا پر یہ حقیقت بالکل مسلّمہ ہے کہ کسی بھی مخلوق کو ایسا "ذاتی علم" ایک ذرہ کا بھی نہیں اور اس میں "غیب" کی کوئی خصوصیت نہیں۔

عالم شہادت کے بھی کسی ذرہ کا اور ایک بال اور ایک ناخن کا بھی کسی مخلوق کو ایسا "ذاتی علم" نہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم، یا کسی ولی یا کسی بھی مخلوق کو عالم غیب یا عالم شہادت کے ایک ذرہ کا بھی ایسا "ذاتی علم" ہے وہ سب کے نزدیک مشرک ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی اس کو صراحۃً لکھا ہے اپنے رسالہ "خالص الاعتقاد" میں لکھتے ہیں۔

"علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔" (خالص الاعتقاد صـ۲۸)

یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت میں خدا کے سوا کسی کے لئے بھی ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر کا "ایسا ذاتی علم" ماننے والے کو کافر و مشرک قرار دینے کے علاوہ غیر اللہ کے لئے اس کے حصول کو محال بھی کہا ہے (یعنی یہ عقل کی رو سے بھی محال اور ناممکن ہے)، اسی لئے مشرکین بھی اپنے معبودوں کے لئے ایسا ذاتی علم نہیں مانتے تھے اور دنیا میں کوئی ایسا مشرک فرقہ نہیں بتایا جا سکتا جو اپنے معبودان باطل کے لئے یہ خدا والا "ذاتی علم" ثابت کرتا ہو۔ اسی لئے قرآن مجید میں اس کے بارہ میں کوئی مستقل بحث نہیں کی گئی جس طرح کہ یہ بحث نہیں کی گئی کہ واجب الوجود صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا واجب الوجود نہیں ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب ہی اس کو تسلیم کرتے تھے۔

بہرحال ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے اور اپنے معلومات کی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کو خدا ماننے والی سب ملتوں اور قوموں کا اس پر اتفاق ہے، اور ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو بھی یہ تسلیم ہے، کہ اس خاص اصطلاح کے مطابق "ذاتی علم" ایک ذرہ کا بھی کسی مخلوق کے لئے ماننا شرک و کفر ہے اور عقل کی رو سے بھی بالکل محال ہے اور اس بارہ میں غیب اور شہادات میں کوئی فرق نہیں۔

(۲)

عقیدہ علم غیب کی دوسری شکل

دوسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم اور دوسرے انبیائے علیہم السلام اور اولیائے کرام کے متعلق یہ تو مانا جائے کہ ان کو وہ "ذاتی علم" تو ایک ذرہ کا بھی نہیں ہے جس کا ذکر پہلے نمبر میں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو علم غیب کی صفت مستقل طور سے عطا فرما دی ہے اور گویا غیب کو دیکھنے والی آنکھ ان کو دے دی گئی ہے جس کی وجہ سے سارا غیب ان کے سامنے ہے کوئی چیز اور کوئی، حال ان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اور اس معاملہ میں اب وہ مستقل اور مختار ہیں۔ ایسا نہیں کہ وحی آئے تو معلوم ہو اور نہ آئے تو معلوم نہ ہو بلکہ غیب کی کنجی ان کے حوالے ہو گئی ہے جس کی وجہ سے تمام غیب کا علم اب ان کے اپنے اختیار میں ہے اور یہ صفت ان کی ذات میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ وہ تو جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے بتلا چکے ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو مشرکین اپنے دیوتاؤں کے بارہ میں رکھتے تھے اور جہت سے جاہل عوام رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم اور اولیائے کرام کے بارہ میں بالکل یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

بہت سے جاہل عوام اسی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں

راقم الحروف کو ایک دفعہ اب سے چند برس پہلے بریلوی خیالات رکھنے والے ایک ایسے صاحب سے علم غیب ہی کے موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ جو عالم مولوی تو نہ تھے لیکن، اردو خواں تھے میں نے ان سے جب یہ کہا کہ ہم لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو وحی کے ذریعہ غیب کی ہزاروں، لاکھوں باتوں کی اطلاع دی ہے۔ تو انہوں نے برجستہ کہا کہ وحی کے ذریعہ جو کچھ خدا تعالےٰ نے بتلایا وہ علم غیب کہاں

ہوا۔ علمِ غیب کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کو غیب کا علم دے دیا گیا ہے اور آپ کو سب خود بخود معلوم ہے۔ جہاں تک ہم نے اندازہ کیا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ سدا عالمِ غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی نگاہ کے سامنے ہے اور آپ کا علم تمام مغیبات کو محیط ہے۔ مشرکین اپنے دیوتاؤں کے لئے یہی علمِ غیب مانتے تھے یہ بالکل وہی عقیدہ ہے جو کہ مشرکین کا اپنے معبودوں کے بارہ میں تھا اور یہ بلاشبہ شرک ہے۔ اور فقہ و فتاویٰ وغیرہ کی کتابوں میں "علمِ غیب" کے جس عقیدے پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے وہ یہی ہے۔ اور چونکہ یہ عقیدہ رکھنے والے اس علمِ غیب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی یا اولیاء اللہ کی ذات کی صفت مانتے ہیں اور اس صفت میں ان کو مستقل اور مختار کہتے ہیں اس لئے بعض مصنفین نے اس کو "ذاتی" یا "مستقل علمِ غیب" بھی کہا ہے اور یہ تعبیر بھی غلط نہیں ہے لیکن بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ پہلی والی شکل ہے حالانکہ وہ تو دنیا میں کھلے سے کھلے مشرک اور یہود و نصاریٰ کا بھی عقیدہ نہیں ہے۔ کسی گمراہ سے گمراہ مسلمان کا وہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو بالکل خارج از بحث ہے۔

بعض بریلوی مصنفین کی عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لیکن ان عبارتوں میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ اگر واقع میں ان کا ایسا ہی عقیدہ ہے تو بلاشبہ یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر فتح العزیز میں نصاریٰ کی طرح افراط اور غلو کی گمراہی میں مبتلا ہونے والوں کے مشرکانہ اور کافرانہ عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یا رتبہ ائمہ و اولیاء را برابر رتبہ انبیاء و مرسلین گرداند، و انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند"

(صفحہ ۵۳)

یا اماموں اور ولیوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے برابر مانے، اور نبیوں اور رسولوں کے لئے وہ صفات ثابت کرے جو الوہیت کے لوازم میں سے ہیں، مثلاً علم غیب اور ہر شخص کی فریاد ہر جگہ سن لینا اور تمام مقدورات پر قدرت"

اس عبارت میں "علم غیب" کے لفظ سے وہی دوسری صورت مراد ہے اور جیسا کہ تفصیل سے ہم بتلا چکے ہیں۔ عرب کے مشرکین بھی اپنے دیوتاؤں کے لئے علم غیب کی یہی صورت ثابت کرتے تھے اور جاہل، گمراہ مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہی ہے، وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی ذات میں "علم غیب" کی صفت رکھ دی ہے اور اب آپ کی ذاتی، اختیاری مستقل صفت ہے اور یہ عقیدہ بلا شبہ مشرکانہ ہے اور عقائد اور فقہ کی کتابوں اور دوسرے اکابر علماء امت کی تحریروں میں ہے اس پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ عقائد اہلسنت کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے۔

کتب عقائد و فقہ کی وہ عبارات جنمیں اس عقیدہ کو کفر قرار دیا گیا ہے!

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالى لا سبيل اليه العباد الا باعلام منه او الهام۔

(شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۲۲)

"الحاصل علم غیب ایسی چیز ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جس ہے بندوں کی اس تک رسائی نہیں مگر صرف اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ، انکو بتلا دیں یا الہام فرما دیں۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کا ایسا علم جو اللہ تعالٰے کی وحی یا الہام .... کے بغیر بطور خود حاصل ہو۔ یہ اللہ تعالٰے کی صفت خاصہ ہے ۔

مشہور محقق حنفی عالم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے شرح فقہ اکبر میں پہلے یہی بات بالکل انہی الفاظ میں لکھی، اس کے بعد فرمایا ۔

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمھم اللہ تعالی احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسائرۃ ۔

(شرح فقہ اکبر ص۱۸۵)

معلوم ہونا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی صرف انہی باتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالٰے نے وقتاً فوقتاً ان کو بتلا دیں اور فقہاء حنفیہ نے اس عقیدہ کو کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کو علم غیب تھا" صراحۃً کفر قرار دیا ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالٰے کے ارشاد "قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ" کے بالکل معارض اور مقابل ہے و شیخ ابن الہمام نے مسائرہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے ۔

اور جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے اس بیان سے بھی معلوم ہوا یہی بات قریب قریب انہی الفاظ میں شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے اپنی کتاب مسائرہ میں بھی لکھی ہے۔

(المسائرہ ص۲۰۲)

ملا علی قاری اور شیخ ابن الہمام نے فقہاء حنفیہ کے جس تکفیری حکم اور فتوے کا حوالہ دیا ہے وہ کتب النکاح کا مشہور جزئیہ ہے جو فقہ و فتاویٰ کی اکثر کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے ۔

ابن نجیم جن کو مجرر مذہب ابی حنیفہ کہا جاتا ہے انہوں نے فتاویٰ قاضی خاں اور خلاصۃ الفتاوی کے حوالے سے "النہر الرائق" میں نقل کیا ہے۔

لو تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ لا ینعقد النکاح و یکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم یعلم الغیب

مگر کسی شخص نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کے کسی عورت سے نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح نہ ہوگا اور وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا۔

اور عالمگیری اور عینی اور بزازیہ اور درمختار وغیرہ فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا گیا ہے۔ ؎

؎ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی نے "ردالمحتار" میں فقہ کی بعض دوسری کتابوں کے حوالے سے نکاح والے اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایسے شخص کو کافر نہ کہا جائے۔ لیکن ساتھ ہی اس کی بنیاد یہ ذکر کی ہے کہ امت نے معاملات و اعمال کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی روح مبارک پر پیش کیا جانا بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایک مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بعض غیوب کی اطلاع دی جاتی ہے۔ تو یہ امکان اور احتمال ہے کہ اس شخص نے اسی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو نکاح کا گواہ قرار دیا ہو۔ تو اگرچہ یہ نکاح تو صحیح نہ ہوگا لیکن اس تاویل و احتمال کی گنجائش کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہا جائے گا۔ یہ ان فقہاء کے کلام کا خلاصہ ہے جن کا تکفیر کے بارہ میں اختلاف علامہ شامی نے نقل کیا ہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بریلویوں کی مہمل تاویل ہمیں معلوم ہے کہ بریلوی مولوی صاحبان ان عبارتوں کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان میں پہلی قسم کے ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اور اس کو ہم بھی شرک وکفر کہتے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ بالکل مہمل بات ہے ان عبارتوں میں یہ تاویل کسی طرح نہیں چل سکتی ہم تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ پہلی قسم کے ذاتی علم کا عقیدہ تو ابوجہل اور ابوطالب جیسے مشرکین بھی نہیں رکھتے تھے کوئی جاہل سے جاہل مسلمان اس کا عقیدہ کیسے رکھ سکتا ہے اور وہ تو عقل کی رو سے بھی محال ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ واضح قرینہ یہ ہے کہ اس ذاتی علم میں تو غیب اور شہادت میں کوئی فرق نہیں۔ علم شہادت کے بھی ایک ذرہ کا وہ ذاتی علم کسی مخلوق کے لئے ماننا شرک وکفر ہے حالانکہ ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفر کا یہ حکم علم غیب کا علم" مطلق کی بنیاد پر ہے عام علم ماننے کی بنیاد پر نہیں۔ بس اگر ان عبارتوں سے پہلی قسم والا ذاتی علم" مراد لیا جائے تو ان فقہاء اور متکلمین کی یہ سب عبارتیں بالکل مہمل ہو جائیں گی۔

بہر حال متکلمین اور فقہاء کے اس حکم کفر کا تعلق عقیدہ علم غیب کی پہلی صورت سے نہیں بلکہ دوسری صورت سے ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عبارت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بطور کولم اور پڑھ لیں۔ "ارشاد الطالبین" میں فرماتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صــــ) لیکن اسی سے ظاہر ہے کہ ان فقہاء کو بھی اس بنیادی بات سے اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے علم غیب کا عقیدہ موجب کفر ہے۔ جیسا کہ ان کے کلام سے بالکل ظاہر ہے۔ ۱۲

مسئلہ :- اولیاء را علم غیب نباشد مگر از غیبات بطریق خرق عادت کشف یا الہام آنہا را علم دہند و علم غیب برای اولیاء را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب (ارشاد الطالبین ص۱۵)

اولیاء اللہ کو علم غیب نہیں ہوتا ہاں مگر کچھ غیب کی چیزیں بطور خرق عادت و کرامت کشف یا الہام کے ذریعہ ان کو اللہ تعالےٰ بتلا دیتے ہیں اور اولیاء اللہ کے لئے علم غیب کی صفت کا ماننا کفر ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اے ہمارے نبی تم کہدو اور اعلان کردو کہ لوگو میں تم سے یہ نہیں کہتا اور اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں کہ مجھے علم غیب ہے ۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس مسئلہ میں اگرچہ براہ راست اولیاء اللہ کے لئے علم غیب کی صفت ماننے کا ذکر کیا ہے اور اس کو کفر قرار دیا ہے لیکن اس پر قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے یہ علم غیب مانے تو اس کا بھی یہی حکم ہے ۔

ارشاد الطالبین کی اس عبارت میں جس علم غیب کے ماننے کو قاضی صاحب نے کفر قرار دیا ہے وہ بھی وہی دوسری صورت ہے جس کو ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم یا کسی بزرگ یا کسی مخلوق کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی ذات میں علم غیب کی صفت رکھدی ہے اب سارے غیب کا علم ان کے اختیار اور قابو میں ہے اور کچھ بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

(۳)

عقیدہ علم غیب کی تیسری صورت

تیسری صورت عقیدہ علم غیب کی یہ ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے نہ تو پہلی قسم کے ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھے ، نہ دوسری قسم کے ذاتی لفظیاتی مستقل علم غیب کا ، مگر یہ اعتقاد رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو اللہ تعالےٰ نے جمیع غیوب کا علم عطا فرمایا ہے ۔ یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ کو ازلی ذاتی علم تمام غیوب کا علم محیط حاصل ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ کی عطا اور تعلیم سے حضور کو بھی جمیع غیوب کا علم محیط حاصل ہے اور علم غیب کی کوئی چیز جس طرح اللہ تعالےٰ سے مخفی نہیں ہے حضور سے بھی مخفی نہیں ہے ۔ اللہ تعالےٰ کے علم غیب اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے علم غیب میں بس ذاتی اور عطائی کا فرق ہے تو یہ عقیدہ بھی بلاشبہ شرک وکفر ہے کیونکہ جمیع غیوب کا علم محیط بھی اللہ تعالےٰ کی صفت خاصہ ہے ۔ اور چند صفحے پہلے ہم ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی عبارت "موضوعات کبیر" کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں جس میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ ۔

" جو شخص اس کا قائل ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم اور اللہ تعالےٰ کا علم برابر ہے اس کے کفر پر اجماع ہے "

اگرچہ ہمارے علم میں ہے کہ بعض غالی مبتدعین رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بارہ میں جمیع غیوب کے علم محیط تفصیلی کا یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں لیکن ہم اس پر مزید بحث کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھتے کہ اس فرقہ کے امام اکمل مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی نے صراحت کے ساتھ اس سے اپنی براءت ظاہر کی ہے وہ اپنے رسالۂ "خالص

الاعتقاد" میں لکھتے ہیں ۔

علم ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں رص ۲۳)

پھر آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں ۔

ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی طنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع " (ص ۲۳)

(۴)

عقیدہ علم غیب کی چوتھی صورت

چوتھی صورت عقیدہ علم غیب کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے اللہ تعالےٰ کے برابر جمیع غیوب کا علم محیط تفصیلی تو نہ مانا جائے لیکن ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک یا محشر کے حساب کتاب اور داخلہ جنت و نار بلکہ جمیع اشیا یعنی تمام کائنات حاضرہ و غائبہ کی ایک ایک جزئی کے علم محیط تفصیلی کا عقیدہ رکھا جائے ۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنے رسالوں "الدولۃ المکیہ" اور "انباء المصطفیٰ" اور "خالص الاعتقاد" وغیرہ میں ۔ اور مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے "الکلمۃ العلیا" میں اپنا عقیدہ یہی لکھا ہے اور اسی کی دکالت کی ہے ۔

اس عقیدہ کے بارہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو علم غیب سے تعبیر کرنا بالکل مہمل اور جاہلانہ بات ہے لیکن بریلوی عوام دخواص اس کا عنوان علم غیب ہی مقرر کر رکھا ہے بس لئے ہم نے اس کو عقیدہ علم غیب کی چوتھی صورت قرار دیا ہے ۔

یہ عقیدہ ہمارے نزدیک شرک یا کفر تو نہیں ہے لیکن قرآن و حدیث کے بیسیوں بلکہ بیاسیوں واضح نصوص کے خلاف ایک سخت گمراہانہ عقیدہ ہے ۔ مگر یہاں پر ہم اس پر

بھی کسی استدلالی بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی کتاب "بوارق الغیب" نے ہمیشہ کے لئے اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ اس میں بریلویوں کے اس عقیدے کے خلاف قرآن پاک کی پچاس آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی ایک سو حدیثیں پیش کی گئی ہیں اور ان کی تفسیر و تشریح میں مفسرین اور شارحین حدیث کی سینکڑوں عبارتیں ان کے علاوہ ہیں۔ پھر جن آیتوں یا حدیثوں کی تاویل و توجیہہ میں مولوی احمد رضا خاں وغیرہ بریلوی مصنفین و مناظرین نے جو کچھ اپنے رسائل میں لکھا ہے اس کا بھی بھرپور جواب دے کر مسئلہ کو بالکل بے غبار کر دیا گیا ہے اور اتمام حجت کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام کے علم کے بارہ میں ہمارا اور تمام اہل حق سلف وخلف کا عقیدہ اور مسلک!

عقیدہ علم غیب کی مندرجہ بالا چاروں صورتوں کے بارہ میں ہم اپنا اور اپنے اکابر کا نقطہ نظر، جو ہمارے نزدیک سلامت کے تمام اہل حق سلف وخلف کا مسلک ہے، وضاحت کے کے ساتھ پیش کر چکے ہیں۔ یہ کلمۂ توحید کے پہلے جزء "لا الٰہ" کی طرح علم غیب کے بارے میں ہمارے عقیدہ کا پہلا منفی اور سلبی جزء ہے۔ مثبت اور ایجابی جزء "الا اللہ" کی طرح یہ ہے کہ

انبیاءؑ واولیاءؒ کو وحی اور الہام کے ذریعہ امور غیب کی اطلاع دیجاتی ہے

اللہ تبارک وتعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو غیب کی ہزاروں لاکھوں باتوں کی اطلاع وحی کے مختلف طریقوں سے ہمیشہ اور ہر دور

میں دی ہے اور پھر ان کے ذریعہ امتیوں کو بھی غیب کی ان باتوں کی اطلاع ہوتی رہی ہے اور اس میں سب سے زیادہ حصہ اور بلند مرتبہ اللہ تبارک وتعالٰے کے آخری رسول مقبول ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کا ہے۔ بس اللہ تعالٰے ہی جانتا ہے کہ اس علم میں آپ کا کیا مقام ہے۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ۔ ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور یہ کہ اللہ تبارک وتعالٰے کے بعد آپ ہی فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْمٌ کے مصداق ہیں۔ پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اللہ تبارک وتعالٰے اپنے صالح اور مقرب بندوں کو بھی جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں الہام اور کشف وغیرہ کے ذریعہ عالم غیب کی جن باتوں اور حقیقتوں کی اطلاع چاہتا ہے دے دیتا ہے اور یہ ان کی کرامت ہوتی ہے ہاں یہ فرق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالٰے کی طرف سے وحی کے ذریعہ جو کچھ بتلایا جاتا ہے وہ بالکل قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ کو کشف والہام وغیرہ کے ذریعہ جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ ایسا یقینی اور قطعی نہیں ہوتا۔

یہ اہل حق اور اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کتب عقائد میں بھی اس کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے مگر چونکہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے اس لئے عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وحی والہام انبیاء واولیاء کے اختیار میں نہیں!

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ وحی وکشف والہام کے ذریعہ اس علم کا حاصل کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہیں اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ تبارک وتعالٰے کی وحی یا اللہ تبارک وتعالٰے

کا الہام اتارلیں۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ جب چاہتا ہے اپنے ارادہ اور فیصلے سے وحی یا الہام فرماتا ہے یا کسی چیز اور کسی حال کو منکشف فرماتا ہے۔

سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی زندگی کا مشہور ومعلوم واقعہ ہے کہ جب مکہ کے کچھ سرداروں نے علماء یہود کے مشورے سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم سے روحؔ کی حقیقت اور اصحاب کہف، اور ذوالقرنین کی سرگزشت کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا میں کل بتلاؤں گا، اس وقت انشاء اللہ کہنا غالباً آپ بھول گئے تھے اس کی وجہ روایات کے مطابق، ۱۵ دن تک اس بارہ میں وحی نہیں آئی۔ ظاہر ہے کہ ان دنوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو وحی کا کیسا انتظار رہا ہوگا۔ ۱۵ دن کے شدید انتظار کے بعد سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف کی متعلقہ آیتیں نازل ہوئیں جس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم ان سوال کرنے والوں کو جواب دے سکے اور ساتھ ہی یہ آیت پاک نازل ہوئی۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔

(یعنی کسی کام اور کسی بات کے بارہ میں تم یہ نہ کہا کرو کہ یہ میں کل کروں گا مگر یہ ضرور کہہ دیا کرو کہ اگر اللہ تبارک وتعالےٰ چاہے گا تو کروں گا)

بہرحال یہ واقعہ اور اس طرح کے بیسیوں، پچاسوں واقعات جو حدیثوں میں مذکور ہیں وہ صاف بتلا رہے ہیں کہ وحی یا الہام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے اختیار کی چیز نہیں ہے بلکہ سو فیصد اللہ تبارک وتعالےٰ کے اختیار میں ہے۔

شیخ سعدیؒ نے اس مسئلے کو خوب سمجھایا ہے

سعدی علیہ الرحمۃ نے سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

واقعہ سے اس کو خوب سمجھایا ہے۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر بار کے ساتھ علاقہ شام کے قصبہ کنعان میں رہتے تھے۔ وہیں وہ واقعہ پیش آیا جو قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ ان کے ایک چھوٹے صاحبزادے سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے بڑے سوتیلے بھائیوں نے سازش کر کے قریبی جنگل کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور شام کو گھر آ کے سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ (سیدنا حضرت، یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تو بھیڑیئے نے کھا لیا، اگرچہ سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اس بنائی ہوئی بات کا یقین نہیں آیا لیکن انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ واقعہ ہوا کیا۔

پھر مدتوں کے بعد یہ واقعہ ہوا کہ سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کا قافلہ جب ان کا کرتہ لے کر مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوا تو سینکڑوں میل کی مسافت پر سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنعان میں اس کی خوشبو محسوس کر لی اور گھر والوں سے کہا کہ اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ۔ (مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے)۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی واقعہ سے وحی اور کشف والہام کی حقیقت کو اس طرح سمجھایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند	کہ اے روشن و پیر خرد مند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی	چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہانست	دمے پیدا و دیگر دم نہانست
گہے بطارم اعلیٰ نشینم	گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

مطلب یہ ہے کہ کسی نے سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا، یہ کیا

معاملہ ہے کہ سینکڑوں میل دور سے سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرتے کی خوشبو تو آپ نے سونگھ لی مگر جب بھائیوں نے ان کو کنعان کے قریب ہی ایک کنوئیں میں ڈال دیا تھا تو آپ اس کو نہیں دیکھ سکے ؛

انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا معاملہ آسمان پر چمکنے والی بجلی کی طرح ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا کشف کی روشنی نمودار ہوئی تو اجالے میں دور تک دیکھ لیا ، اور وحی کی روشنی نہ آئی تو اندھیرے میں کچھ بھی نہیں دیکھ پاتے . کبھی تو ہم اس حال میں ہوتے ہیں کہ گویا بلند آسمان پر بیٹھے ہیں اور نیچے دور تک نظر آ رہا ہے ، اور کبھی حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ پاتے .

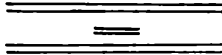
اللہ تبارک وتعالےٰ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی روح پر رحمتیں نازل فرمائے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے لئے وحی والہام اور کشف کے غیر اختیاری ہونے کو بہترین انداز میں سمجھا دیا ہے .

خواب کی مثال

بالکل بے پڑھے عوام کے سمجھانے کے لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو "خواب" سے بھی اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے جس طرح خواب دیکھنا کسی بندہ کے اختیار میں نہیں اسی طرح وحی والہام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے اختیار میں نہیں ہوتا . اللہ تبارک وتعالےٰ جب ارادہ فرماتا ہے وحی یا الہام ہوتا ہے . اور جو کچھ بتلانا یا ظاہر فرمانا چاہتا ہے وہ ظاہر فرما دیتا ہے .

علم غیب کے عقیدے کی جو تنقیح ان صفحات میں کی گئی ہے امید ہے کہ اس سے ناظرین کرام نے اس مسئلے کے ہر پہلو کو اور اس بارہ میں ہمارے اور تمام اہل حق کے مسلک کو پوری

طرح سمجھ لیا ہوگا ۔ اس کے بعد ہم کائنات میں تصرف کی قدرت کے مسئلہ کی بھی اسی،
طرح وضاحت اور تنقیح کرنا چاہتے ہیں ۔



کائنات میں تصرف کی قدرت کے مسئلہ کی تنقیح

تصرف کے عقیدہ کی چند صورتیں

علم غیب کے عقیدہ کی طرح تصرف کے اس عقیدہ کی بھی چند صورتیں ہیں۔

(۱)

پہلی صورت

پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالےٰ کو کائنات میں تصرف کی کن فیکونی قدرت از خود حاصل ہے اور وہ صرف اپنے ارادہ اور مشیت سے بغیر اسباب و آلات کے جو چاہے کرسکتا ہے اور کرتا ہے، اسی طرح تصرف کی یہ قدرت اللہ تعالےٰ کے سوا فلاں ہستی کو بھی از خود (یعنی اللہ تبارک وتعالےٰ کے عطا کئے بغیر) حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اس درجہ کا شرک ہے جو ابوجہل و ابولہب وغیرہ مشرکین عرب میں بھی نہیں تھا۔ ہم قرآنی آیات کی روشنی میں تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کو خدا تعالےٰ کی مخلوق و مملوک کہتے تھے اور ان میں تصرف و حاجت روائی اور الوہیت وغیرہ کی جو خدائی صفات مانتے تھے ان کو خدا کی عطا کی ہوئی کہتے تھے۔

دوسری صورت

کائنات میں تصرف کی قدرت کے عقیدے کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی یا پیر یا شہید یا اللہ تعالےٰ کے سوا کسی بھی ذاتی یا فرضی یا وہمی ہستی کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے ایسے پیارے

چہیتے اور ایسے مقرب ہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے ان کو ایک درجہ اور دائرہ میں "کن فیکونی تصرف کی قدرت" دے دی ہے یعنی اب وہ صرف اپنے ارادہ وحکم سے تصرف کرسکتے ہیں کسی کا کام بنا اور بگاڑ سکتے ہیں، بھاری حاجتیں پوری کرسکتے ہیں، اور یہ ان کے اختیار میں ہے۔

بالعینہ وہ عقیدہ ہے جو مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارہ میں رکھتے تھے اور دنیا کی اکثر قوموں میں یہی شرک رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی "حجۃ اللہ البالغۃ" سے پورا مضمون اس کتاب کے صفحہ ـــــ پر نقل کیا جا چکا ہے انہی کی دوسری کتاب "الفوز الکبیر" کی ایک مختصر عبارت یہاں بھی پڑھ لی جائے۔

شرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہ خدا اثبات نماید مثل تصرف در عالم بارادہ کہ تعبیر از اں بکن فیکونی مے شود۔

(الفوز الکبیر ص)

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی ہستی کے لئے اللہ تعالےٰ کی خاص صفات ثابت کی جائیں مثلاً اپنے ارادے سے عالم میں وہ تصرف کرنا جس کو "کن فیکونی" تصرف کہا جاتا ہے۔

آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ، مشرکین عرب اپنے معبودوں کے لئے خدا تعالےٰ کا عطا کیا ہوا محدود اختیار اور تصرف کی محدود قدرت مانتے تھے لیکن عقیدہ رکھتے تھے کہ اس محدود دائرہ میں وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو چاہیں کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ یہی ان کا شرک تھا۔ بہرحال اللہ تبارک وتعالےٰ کے سوا کسی ہستی کے لئے بھی اس طرح کے کن فیکونی اختیاری تصرف کا عقیدہ رکھنا بلاشبہ، شرک ہے۔ اگرچہ اس کو خدا کی عطا سے مانے۔

ناظرین کرام! یہاں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ایک عبارت

اور پڑھ لیں۔ ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں۔

اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آں بسوئے شاں کفر است۔

(ارشاد الطالبین ص۱۸)

اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ کسی غیر موجود کو وجود بخش دیں یا کسی موجود کو معدوم اور نیست کر دیں پس کسی چیز کو وجود بخشنے یا معدوم کرنے یا کسی کو رزق یا اولاد دینے یا کسی کوئی بیماری یا کوئی بلا دور کر دینے کی کسی بزرگ ولی کی طرف نسبت کرنا کفر ہے۔

انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب تفصیل سے عرض کریں گے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے اکابر علماء اہلسنت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام کے لئے کائنات میں تصرف کی قدرت ثابت کرنے کو جو شرک یا کفر لکھا ہے وہ عقیدۂ تصرف کی یہی دوسری صورت ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ نے بھی شرک و کفر قرار دیا ہے۔

تیسری صورت

تصرف کے عقیدہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کے لئے پہلی یا دوسری صورت اختیاری کن فیکونی تصرف کی قدرت کا عقیدہ تو نہ رکھا جائے لیکن یہ اعتقاد رکھا جائے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی قدرت اور اپنے حکم سے بطور معجزہ یا کرامت کے، ان کے ہاتھ سے عالم کون میں تصرف کرا دیتا ہے۔ وہ تصرف اگرچہ ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے لیکن دراصل وہ اللہ تبارک

و تعالے کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے، وہ ان کا اس طرح کا اختیاری فعل نہیں ہوتا جس طرح ان کے دوسرے عام اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ مگر بھی چونکہ وہ ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے اور اس کو ان کا معجزہ اور ان کی کرامت کہا جاتا ہے تو یہ عقیدہ بالکل برحق ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے بارہ میں یہ عقیدہ بھی برحق ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالے کے مقبول اور مستجاب الدعوات بندے ہیں جب وہ کسی معاملہ میں قلب کی پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ اللہ تبارک و تعالے سے دعا کریں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالے ان کی دعائیں قبول فرماکے اپنی کن فیکونی قدرت سے وہ کام کر دیتا ہے تو اگرچہ وہ کام اور وہ تصرف اللہ تبارک و تعالے کا فعل اور تصرف ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا سبب اور وسیلہ اس مقبول اور مقرب بندہ کی توجہ اور دعا ہوتی ہے اس لئے اس کام اور تصرف کی نسبت اس مقبول بندہ کی طرف بھی کر دی جاتی ہے۔ بہر حال تصرف کی یہ دونوں شکلیں برحق ہیں۔

تصرف کی چوتھی صورت

تصرف کی ایک صورت اور اس کا ایک درجہ وہ ہے جس کی صلاحیت اللہ تبارک و تعالے نے کم یا بیش سب ہی کو عطا فرمائی ہے اور وہ ہے خدا داد قوت و صلاحیت اور اس عالم اسباب میں پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کے ذریعہ یا جادو یا مسمریزم جیسے کسی فن اور باطنی توجہ جیسے کسی عمل کے ذریعہ اس عالم کی اشیاء میں اور احوال میں تصرف کرنا، سو یہ تصرف جیسا کہ ہم سب کا تجربہ ہے ہم بندے اپنے ارادہ اور اختیار سے اور اپنی خدا داد قدرت سے کرتے ہیں اور یہ ہمارا فعل ہوتا ہے ہم اس کے بارہ میں مسئول اور اس کے گناہ یا ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ ظاہر

ہے کہ تصرف کی اس چوتھی صورت کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔

بحث واختلاف تصرف کی کس صورت میں ہے!

بحث واختلاف اسی تصرف میں ہے جو بغیر اسباب و آلات کے اور بغیر کسی فن اور عمل کے صرف اپنی قدرت اور اپنے ارادہ اور حکم سے کن فیکونی طرز پر ہو[1]۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں ، یہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی شان وصفت ہے

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی نبی یا ولی اور کسی مخلوق کو اس تصرف کی قدرت عطا نہیں فرمائی ، ہاں مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارہ میں اس قسم کے تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور بہت سے جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مسلمان ، اماموں ، اور پیروں ، اور شہیدوں کے بارہ میں اسی طرح کے تصرف کا عقیدہ رکھتے ہیں اسی لئے حاجتی بن کر ان کے مزاروں پر جاتے ہیں اور ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے اور ان کے نام کی

لہ اس عالم میں مخلوق کے ذریعہ جو بھی تصرف ہوتا ہے جس کا ذکر ابھی اوپر چوتھی صورت میں کیا جا چکا ہے ، وہ ہاتھ ، پاؤں وغیرہ اعضا اور اسباب و آلات کے استعمال یا کسی فن اور عمل کے ذریعہ ہوتا ہے ۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو تصرف کسی نوع کا بھی ہوتا ہے وہ صرف اس کی مشیت کے فیصلہ اور حکم سے ہوتا ہے ۔ کن فیکونی تصرف کا یہی مطلب ہے ۔ اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے ۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۔

قدیں چڑھا تے ہیں ۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے تقویۃ الایمان میں اور دوسرے علماء حق نے اپنی تصانیف میں تصرف کے اس عقیدے کو شرک قرار دیا ہے اور بلا شبہ یہ شرکانہ عقیدہ ہے ۔

تصرف سے متعلق تقویۃ الایمان کی عبارات و تصریحات

زلزلہ کے مصنف ارشد القادری صاحب نے تصویر کے پہلے رُخ میں تصرف کے موضوع سے متعلق صرف تقویۃ الایمان کی ایک طرف ایک عبارت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے ۔

جو اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کیساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے خواہ کتنا ہی بڑا ہو ، اور کیسا ہی مقرب ، مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے ، یا فلاں کی شادی کب ہوگی یا فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں ، یا آسمان میں کتنے ستارے ہیں ، تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے ، کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر ؟ ۔

(تقویۃ الایمان صـ ، زلزلہ صـ)

زلزلہ کے مصنف نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت سے پہلے کی اور بعد کی جو چند سطریں حذف کر دی ہیں اگر وہ حذف نہ کی گئی ہوتیں تو ناظرین اس عبارت کی روح اور

اس کے مطلب و پیام کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے پہلے یہ حدیث شریف نقل کی ہے ۔

لا تقولوا ما شاء الله و شاء محمد وقولوا ما شاء الله وحده ۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یوں نہ بولا کرو کہ جو چاہے اللہ اور محمد ، وہ ہوگا بلکہ یوں بولا کرو کہ جو اکیلا اللہ چاہے وہی ہوگا ۔

اس کے آگے وہ عبارت ہے جو زلزلہ کے حوالہ سے اوپر نقل کی گئی ۔ اس کے آگے متصلاً یہ عبارت ہے ۔

" اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہیے کہ اللہ و رسول ہی جانیں یا فلانی بات میں اللہ و رسول کا یہ حکم ہے کیوں کہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں ، اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا ۔"

(تقویۃ الایمان ص ۶۰)

بہرحال تقویۃ الایمان کی عبارت کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ دیکھا جائے تو ہر پڑھا لکھا کم سواد آدمی بھی یہی سمجھے گا کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد پاک ،

لا تقولوا ما شاء الله و شاء محمد ۔ الخ

کی روح اور اس کا پیام ہے اسی کے ساتھ اس میں یہ بھی صراحت ہے کہ دینی معاملات کے بارہ میں یہ کہنا درست ہے کہ " اللہ اور رسول ہی جانیں "۔

معلوم نہیں زلزلہ کے مصنف نے تصوف کے مسئلہ سے متعلق حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور ہمارے دوسرے اکابر کی عبارتیں کس مصلحت سے نقل نہیں کیں حالانکہ اس سے متعلق بڑی صاف صریح عبارتیں "تقویۃ الایمان" اور "فتاوےٰ رشیدیہ" وغیرہ میں موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف تقویۃ الایمان ہی کی دو تین عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ تقویۃ الایمان میں **توحید وشرک کے بیان** کے بالکل شروع ہی میں فرماتے ہیں۔

"... سننا چاہئے کہ شرک لوگ پیروں کو اور پیغمبروں، اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برائی کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں، اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش اور پیر بخش، اور مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین، اور ان کے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دھائی دیتا ہے کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان انبیاء و اولیاء سے اور اماموں، اور شہیدوں اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں ۔

پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعوئے ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو ۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں ۔ شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں و شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق جانتے ہیں، اور یہ قدرت و تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں ۔

(تقویۃ الایمان ص۳۰)

اس عبارت سے وضاحت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقویۃ الایمان میں، حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا خاص خطاب کیسے جاہل اور گمراہ مسلمانوں سے ہے اور وہ کیسے کیسے مشرکانہ خرافاتی عقیدے رکھتے تھے اور اپنے اپنے جاہلانہ خیالات کے مطابق نبیوں، ولیوں، پیروں، شہیدوں کو اور مدار بخش، سالار بخش وغیرہ اصلی یا فرضی گذرے ہوئے بزرگوں کو اور بھوتوں، پریوں کو حاجت روا، اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی منتیں مانتے اور نذریں چڑھاتے تھے ان کے نام کی قربانیاں کرتے تھے بقول حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے، ہندو اپنے بتوں اور دیوتاؤں کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے یہ گمراہ نام کے مسلمان، اماموں اور پیروں، شہیدوں اور بھوتوں پریوں کے ساتھ وہ سب کچھ کرتے تھے ان کے بارہ میں تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس تصرف کی قدرت ان کو خدا تعالے نے دے دی ہے ۔ دو تین صفحے کے بعد اسی بیان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ

پھر لکھتے ہیں۔

عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا، اور اپنا حکم جاری کرنا، اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست و بیمار کر دینا فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا، سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیر و شہید کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو، اشراک فی التصرف کہتے ہیں **یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے** پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں میں طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۱۳)

ان عبارتوں میں تصرف کے جس عقیدے کو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا سا تصرف ہے جس کا عقیدہ مشرکین عرب رکھتے تھے۔

ارشد القادری وغیرہ بریلوی مولوی صاحبان بتلائیں

ہم ارشد القادری صاحب اور دوسرے بریلوی مولوی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ بتلائیں کہ کیا آپ تصرف کے اس عقیدے کو،

اسلامی عقیدہ بتلتے ہیں اور جن جاہلوں کے مشرکانہ اعمال وافعال کو حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان عبارتوں میں شرک قرار دیا ہے کیا آپ ان اعمال کے حامی ہیں اور کیا آپ کے گھروں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے ؛

اور کیا مشرکین عرب اپنے معبودوں دیوتاؤں کو خدا تعالیٰ کی مخلوق و مملوک اور تصرف وغیرہ ان کی صفات کو خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نہیں مانتے تھے ؛

ارشد القادری صاحب کی تصویر کا دوسرا رُخ

اس اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے نہایت شکر اور اس کی حمد جس کی مدد و توفیق سے "علم غیب" اور "تصرف" دونوں مسئلوں کی ایسی تنقیح اور اس سے متعلق تقویۃ الایمان وغیرہ کی عبارات کی ایسی وضاحت ہوگئی جس کے بعد انشاء اللہ العزیز کسی کے لئے دھوکہ فریب اور غلط فہمی کی گنجائش نہ ہوگی ، اس کے بعد ہم ارشد القادری صاحب کی بنائی ہوئی تصویر کے دوسرے رُخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔

جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں انہوں نے اپنی کتاب "زلزلہ" کو دو عنوانوں کے تحت تقسیم کر دیا ہے ۔ ایک "تصویر کا پہلا رُخ" اور دوسرا "تصویر کا دوسرا رُخ" ۔

ان دونوں عنوانوں کے تحت انہوں نے جو کچھ اس پوری کتاب میں لکھا ہے اس کا حاصل انہوں نے خود ہی اپنے ان الفاظ میں لکھ دیا ہے ۔

تصویر کے پہلے رُخ میں دیوبندی لٹریچر کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندی حضرات انبیاء واولیاء کے حق میں "علم غیب" اور

قدرت تصرف کا عقیدہ شرک اور منافی توحید سمجھتے ہیں۔ اور، تصویر کے دوسرے رخ میں انہی کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ علماء دیوبند اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں "علم غیب" اور "قدرت تصرف" کا عقیدہ شرک اور منافی توحید نہیں سمجھتے ہیں۔

(زلزلہ ص۳)

یہ تو ہم پوری تفصیل سے بتلا چکے ہیں حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ اکابر علماء دیوبند علم غیب اور تصرف کے کس عقیدہ کو شرک اور منافی توحید کہتے ہیں وہ ہماری تنقیح کے مطابق "علم غیب" کی دوسری اور تیسری صورت اور "تصرف" کی دوسری صورت ہے اور ان کے شرک و کفر ہونے پر امت کے مسلّم علماء اور فقہاء کی تصریحات ناظرین کرام پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اکابر علماء دیوبند سے متعلق واقعات اور ارشد صاحب کا دعوٰی

اب ہم اکابر علماء دیوبند سے متعلق ان واقعات کے بارہ میں کچھ عرض کریں گے جو ارشد صاحب نے زلزلہ میں تصویر کے دوسرے رخ کے زیر عنوان "امداد ثلثہ" وغیرہ کے حوالوں سے نقل کئے ہیں اور جن کے متعلق ان کا دعوٰی ہے کہ ان واقعات میں علماء دیوبند نے اپنے بزرگوں کے لئے وہی علم غیب اور وہی تصرف ثابت کیا ہے جس کو انبیاء و اولیاء کے لئے ماننے کو انہوں نے شرک و کفر قرار دیا ہے۔

ہمارا چیلنج کہ ارشد صاحب کا دعویٰ خالص فریب اور سفید جھوٹ ہے

ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ اعلان اور چیلنج کرتے ہیں کہ ارشد صاحب کا یہ دعویٰ سراسر فریب اور سفید جھوٹ ہے ہمارے علم میں نہیں کہ ان سے پہلے دین و مذہب کے موضوع پر لکھنے والے کسی مصنف نے ایسی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے ناظرین کو ایسا فریب دینے اور کھلی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایسی مجرمانہ جسارت کی ہو۔ ارشد صاحب نے اس سلسلہ میں جو واقعات نقل کئے ہیں وہ ستر، اسی کے قریب ہیں ہم نے ایک ایک واقعہ کو غور سے دیکھا ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی کسی بزرگ اور کسی مخلوق کے لئے اس "علم غیب" اور اس "تصرف" کو ثابت نہیں کیا گیا ہے جس کا کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے۔

یہ سب واقعات کشف و کرامات کے قبیل سے ہیں

یہ سب واقعات فراست ایمانی، کشف والہام، اور کرامات وغیرہ کے قبیل سے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کے مقبول و مقرب بندوں کو عطا ہوتی ہیں۔ دو ایک واقعے ان میں ایسے بھی ہیں جن میں قلبی توجہ اور باطنی قوت کے استعمال کے ذریعہ تصرف کرنے کا ذکر ہے لیکن اس کو جو سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ وہ اسی طرح کا ایک مخفی اور باطنی عمل ہے جس طرح عمل ہم اپنے دوسرے ظاہری اعضاء اور جوارح سے کرتے ہیں اُس کن فیکونی "تصرف" سے اس کا کوئی تعلق نہیں جس کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے۔ مسمریزم اس کی قریبی مثال ہے۔

جہالت و نافہمی یا شیطنت

ہم ارشد صاحب سے واقف نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کا مبلغ علم کیا ہے مگر یہ ایک کھلی ہوئی

بات ہے کہ اگر وہ "کشف والہام اور علم غیب" اور "کن فیکونی تصرف" اور "اولیاء اللہ کے کراماتی تصرف" کے فرق کو نہیں سمجھتے تو بلاشبہ یہ افسوسناک جہالت اور ناسمجھی ہے اور اگر وہ اس کے فرق کو سمجھتے ہیں اور اس کے باوجود انہوں نے جان بوجھ کر اپنے ناظرین کو دھوکہ و فریب دیا ہے، جیسا کہ ہمارا خیال ہے، تو یہ صرف معصیت نہیں بلکہ شیطنت ہے۔

کرامات اور کشف و الہام وغیرہ کے بارہ میں اہلسنت کا عقیدہ

یہاں پہنچ کر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات اور کشف والہام وغیرہ کے بارہ میں اہلسنت کا جو عقیدہ اور نقطۂ نظر ہے جس کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ پہلے اپنے ناظرین کرام کے سامنے پیش کر دیں اور اہلسنت کی مستند کتابوں میں اولیاء اللہ کی کرامات اور کشف والہام کے جو واقعات مذکور ہیں ان میں سے بھی چند کا یہاں تذکرہ کر دیں۔

اہلسنت کا یہ معروف مسلّم عقیدہ ہے کہ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ وحی کے ذریعہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بہت سی غیبی باتوں اور مخفی حقائق کی اطلاع دیتا ہے اسی طرح ان کے صادق متبعین عباد اللہ الصالحین جن کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے کشف والہام اور رؤیائے صادقہ وغیرہ کے ذریعہ مخفی امور کی اطلاع کبھی کبھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہو جاتی ہے ہاں یہ فرق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ جو کچھ بتلایا جاتا ہے وہ بالکل یقینی اور قطعی ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اور اولیاء اللہ کا کشف والہام ایسا یقینی اور قطعی نہیں ہوتا اس میں خود ان کو غلطی اور غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اہلسنت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر خوارق کا اظہار فرماتا ہے جن کو "معجزات" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی ان کے صادق متبعین اولیاء کرام کی مقبولیت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر بھی خوارق ظاہر فرماتا ہے اور ان کو "کرامات" کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس عقیدے کو "فقہ اکبر" میں ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

والآیات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۳)	یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا اور اولیائے کرام سے، کرامات کا ظہور حق ہے اور کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

معجزہ اور کرامت نبی یا ولی کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا فعل ہوتا ہے اسی طرح معجزہ اور کرامت دونوں کے متعلق یہ سمجھ لینا ہے کہ وہ اس نبی یا ولی کا فعل نہیں ہوتا جس کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی و ولی اس کے صرف مظہر ہوتے ہیں۔ مثلاً معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں سے بھی آگے تشریف لے جانا بلاشبہ آپ کا عظیم معجزہ تھا۔ لیکن قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ بتلا دیا کہ وہ آپ کا اپنا فعل نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا فعل تھا۔ ارشاد فرمایا گیا۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الآیۃ
یعنی وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو

راتوں رات یہ معجزانہ سفر کرایا۔

اسی کی دوسری ایسی ہی واضح مثال یہ ہے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر سب سے پہلا اور بڑا معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنی لکڑی انہوں نے زمین پہ ڈال دی تو وہ خوفناک قسم کا اژدھا بن گیا۔ قرآن پاک میں ہے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو دیکھ کے دہشت زدہ ہو گئے اور ڈر گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ڈرو مت اس کو پکڑ لو یہ پھر ویسی ہی لکڑی بن جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ لکڑی کا خوفناک اژدہا بن جانا سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فعل اور تصرف نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل تھا سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو پہلے سے اس کا علم بھی نہیں تھا۔

ان دونوں مثالوں سے اہل سنت کا یہ عقیدہ اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا، نہ وہ ان کے اختیار میں ہوتا ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل ہوتا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے صرف مظہر ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ انما الاٰیات عند اللہ۔ یعنی معجزوں کا ظاہر کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت اور اسی کے اختیار میں ہے۔

معجزہ کا اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل اور تصرف ہونا عقائد اور تصوف وسلوک کی کتابوں میں بھی صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی ولی کے ہاتھ پر جو کرامت ظاہر ہوتی ہے

ملاحظہ ہو، سامرہ علی المسایرہ ص۱۲۳ اور احیاء علوم الدین امام الغزالیؒ جلد ۱ ص۱۲۳، تکمیل الایمان، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص۱۴۶۔

فی الحقیقت وہ اس ولی کا فعل اور تصرف نہیں ہوتا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل اور اس کا تصرف ہوتا ہے ولی صرف اس کا مظہر ہوتا ہے کبھی کبھی ولی سے کرامت کا ظہور اس کے ارادہ اور قصد کے بغیر بھی ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی خاص وجہ سے ولی کے دل میں داعیہ پیدا ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس داعیہ کے مطابق کرامت ظاہر فرما دیتا ہے۔

عقائد اہلسنت کی کتابوں میں کرامات کا بیان

اب ہم اولیاء اللہ کی کرامات کے بارے میں سب سے پہلے عقائد اہل سنت کی مشہور و مستند کتاب "شرح عقائد نسفی" کا بیان اختصار و تلخیص کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

وكرامات الاولياء حق .... فتظهر الكرامة على طريق نقض العادة للولى من قطع المسافة البعيدة فى المدة القليلة كاتيان صاحب سليمان عليه السلام وهو آصف بن برخيا على الاشهر بعرش بلقيس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافة وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة كما فى حق مريم فانه كلما دخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا قال يا مريم انى لك هذا قالت هو من عند الله والمشى على الماء كما نقل عن كثير من الاولياء والطيران فى الهواء كما نقل عن جعفر بن ابى طالب ولقمان السرخسى وغيرهما وكلام الجماد والعجماء ..... واندفاع المتوجه من البلاء و

كفاية المبهم عن الاعداء وغير ذلك من الاشياء مثل رأيته عمر وهو على المنبر في المدينة جيشه بنها وند حتى قال لا ميرجيشه يا سارية الجبل الجبل تحذيرًا له من وراء الجبل المكر العدو هناك وسماع سارية كلامه مع بعد المسافة وشرب خالد السم من غير تضرر به وكجريان النيل لكتاب عمر رضى الله عنه وامثال هذا اكثر من ان تحصى ۔

(شرح عقائد نسفی صه ۱۰۵، ۲۶)

ہم ناظرین کرام کی سہولت فہم کے لیے بجائے ترجمہ کے شرح عقائد کی اس عبارت کا حاصل لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔ پس ایسا ہو تاہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی ولی کے ہاتھ پر خرق عادت کے طور پر کرامت ظاہر ہوتی ہے مثلاً بہت تھوڑے وقت میں (منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں) سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل کی مسافت طے ہو جانا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی آصف بن برخیا کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ ملک سبا سے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آئے۔ (۲) عند الضرورت کھانے پینے وغیرہ کا خرق عادت کے طور پر آجانا۔ جیسا کہ سیدہ حضرت مریم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بارے میں قرآن پاک میں مذکور ہے۔ (۳) دریا کے پانی پر خشکی کی طرح چلنا۔ جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ کے بارہ میں

منقول ہے ۔ (۴) ہوا میں اڑنا ، جیسا کہ جعفر بن ابی طالب اور لقمان
سرخسی کے بارے میں نقل کیا گیا ہے ۔ (۵) اور اینٹ پتھر جیسے جمادات
اور حیوانات کا آدمیوں کی طرح بات کرنا ۔ (۶) اور آنے والی کسی بلا کا ،
خارق عادت طریقہ پر دفع ہو جانا ۔ (۷) اور دشمن کے دفع کرنے کا غیب
سے سامان ہو جانا اور اس کے علاوہ بھی کرامات کی بہت سی صورتیں اور
مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں ۔ (۸) مثلاً سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کا یہ مشہور واقعہ کہ آپ مدینہ طیبہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے
اسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے آپ پر منکشف فرمایا اور آپ نے دیکھا کہ
نہاوند کے علاقہ میں ان کا بھیجا ہوا جو لشکر سیدنا حضرت ساریہ رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کی سرکردگی میں جہاد کے لئے گیا ہوا تھا دشمن اس پر پہاڑ کی آڑ
لے کر حملہ کرنا چاہتا ہے ۔ آپ نے وہیں سے کہا ۔ یا ساریۃ الجبل
الجبل ۔ ساریہ پہاڑ کی طرف دھیان کرو ، حضرت ساریہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہ نے نہاوند کے میدان جنگ میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی
یہ آواز سن لی اور دشمن کو حملہ کا موقع نہیں مل سکا ۔ (۹) اسی طرح سیدنا
حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ واقعہ کہ آپ نے توکلاً علی اللہ
بسم اللہ پڑھ کر زہر پی لیا ، اور زہر کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا ۔ اور اسی
طرح یہ واقعہ کہ مصر فتح ہو جانے کے بعد جب دریائے نیل کا پانی رک گیا تو اس
کی اطلاع ملنے پر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دریائے نیل کے نام
ایک خط لکھا ۔ وہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا گیا اور وہ جاری ہو گیا ۔

شرح عقائد میں کرامت کی یہ دس مثالیں دینے کے بعد آخر میں لکھا ہے۔

وامثال هذا اکثر من ان تحصی ۔	اور کرامت کے ایسے واقعات اور ایسی مثالیں حد شمار سے باہر ہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے مندرجہ بالا ارشاد - والایات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق ۔ کی شرح میں قریب قریب یہی لکھا ہے اور یہی مثالیں دی ہیں۔

(شرح فقہ اکبر ص۹۵)

اور آگے ایک دوسرے موقع پر انہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے حضرت ، ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی یہ کرامت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ ذی الحجہ کی ۸، تاریخ کو لوگوں نے ان کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن ان کو مکہ میں بھی دیکھا گیا۔[1]

بعض لوگوں نے اس روایت کے بارہ میں سخت رائے ظاہر کی تھی پر شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے اس کو رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بات کرامت سے ہے اور اہلسنت والجماعت اولیاء سے کرامتوں کے ظہور کے قائل ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وعند اهل السنة والجماعة یجوز الکرامة ۔ (ص[illegible])

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بعد کے اولیاء اللہ کے جو خارق عادت واقعات شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر سے ابھی ذکر کئے گئے ، ظاہر ہے کہ یہ سب کرامات ہیں۔

---

[1] ۔ وروی عن ابراهیم بن ادهم انهم رأوه بالبصرة وروی فی ذالك الیوم بمکة ۔ (شرح فقہ اکبر)

جن کا اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے ان حضرات کے ذریعہ صدور اور ظہور ہوا جیسا کہ تفصیل سے بتایا جاچکا ہے یہ ان کا اپنا فعل اور تصرف نہیں تھا۔

کشف والہام

اگرچہ کشف والہام کرامت ہی کا ایک شعبہ ہے اس لئے اب اس پر مستقل لکھنے کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے ناظرین کرام کے مزید اطمینان اور مخالفین پر آخری حد تک حجت تمام کرنے کے لئے اس پر مستقل روشنی ڈالیں۔ اس لئے ہم امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے کلام کے کچھ اقتباسات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے احیاء علوم الدین میں اولیاء اللہ کے کشف والہام پر مستقل کلام کیا ہے۔

کشف والہام سے متعلق امام غزالی کا بیان

کشف والہام سے متعلق کچھ تمہیدی گفتگو کے بعد فرماتے ہیں۔

وتشهد لذالك شواهد الشرع والتجارب والحكايات۔

اور کتاب وسنت کے دلائل اور اولیاء اللہ کے تجربے اور ان کے منقولہ واقعات اس کے یعنی کشف والہام کے شاہد ہیں۔

اس کے بعد پورے ایک صفحہ پر قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ بارک وسلم کے ارشادات اور بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال سے انہوں نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اور بعد کے اولیأ

اللہ کے کشف و الہام کے کچھ تجربات و واقعات نقل فرماتے ہیں ۔ ان میں سے چند ہم یہاں درج کرتے ہیں ۔ سب سے پہلے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے ۔

قال ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لعائشۃ رضی اللہ عنہا عند موتہ انما ھما اخواک واختاک وکانت زوجتہ حاملا فولدت بنتاً فکان قد عرف قبل الولادۃ انہا بنت ۔

انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنی صاحبزادی سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میرے وارث، تمہارے علاوہ، تمہارے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں، حالانکہ اس وقت سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی بہن سیدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں مگر بیبیٔ حضرت ابو بکر صدیق کی بیوی (بنت خارجہ) حاملہ تھیں بعد میں ان سے لڑکی پیدا ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشف و الہام کے طور پر، پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ بچی پیدا ہوگی۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا "یا ساریۃ الجبل الجبل" والا وہ واقعہ نقل کیا ہے جو ابھی "شرح عقائد" کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے خود ان کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ۔

دخلت علی عثمان	میں سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ
رضی اللہ عنہ وکنت	تعالےٰ عنہ کے پاس پہنچا اور واقعہ
قد لقیت امرأۃ فی	یہ ہوا تھا کہ راستہ میں ایک عورت
طریقی فنظرت الیھا	سامنے آگئی تھی میں نے اس کی
شذرا وتاملت محاسنھا	طرف دزدیدہ نظر سے ذرا سا دیکھ
فقال عثمان رضی	لیا تھا اور دل میں اس کے محاسن
اللہ عنہ لما دخلت	کا کچھ خیال کیا تھا تو جب میں سیدنا

لہ یہ بات سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فراست صادقہ یا کشف والہام سے معلوم ہوگئی ہوگی اور ان ذریعوں سے ایسی جزئیات کا علم ہو سکتا ہے اور ہو جاتا ہے مصنف صاحب نے علم مافی الارحام کے جزئی واقعات جو بعض بزرگوں کے متعلق نقل کئے ہیں وہ سب اسی قبیل سے ہیں قرآن پاک سورہ لقمان کی آخری آیت میں مافی الارحام کو جو اللہ تعالیٰ کی صفت خاص بتلایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم کلی محیط صرف اللہ تعالےٰ کو ہے کسی مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ اسکی تفصیلی مدلل بحث حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی بے نظیر تصنیف، "بوارق غیب حصہ اول" میں دیکھی جائے۔ از صفحہ ۹۰ تا ۹۵۔

يدخل احدكم وأثر الزنا ظاهر على عينيه اما علمت ان زنا العينين النظر لتتوبن اولاعزرنك فقلت اوحى بعد النبي فقال لا ولكن بصيرة وبرهان وفراسة صادق ۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے بعض آدمی پاس آتے ہیں کہ زنا کے اثر ان کی آنکھوں میں ظاہر ہوتا ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نامحرم عورت کو دیکھنا، آنکھوں کا زنا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، تم توبہ کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بعد وحی آتی ہے؟ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ وحی نہیں آتی لیکن بصیرت ہے اور برہان ہے اور فراست صادقہ ہے۔

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے امت کے مشہور عالم شیخ ابوسعید خراز کا یہ واقعہ خود ان کی روایت سے بیان کیا ہے:

قال دخلت المسجد الحرام

میں ایک دفعہ مکہ معظمہ میں مسجد

فرأيت فقيرا عليه خرقتان فقلت في نفسي هذا و اشباهه كل على الناس فناداني و قال والله يعلم ما في انفسكم فاحذروه فاستغفرت الله في سري فناداني و قال وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ثم غاب عني ولم اره ۔

حرم میں داخل ہوا میں نے ایک فقیر کو دیکھا جس پر دو گدڑیاں تھیں تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ فقیر اور اس جیسے لوگ اللہ تعالےٰ کے بندوں پر بار ہیں تو اس نے مجھے پکارا اور یہ آیت پاک پڑھی ۔ واللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ (یعنی اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں کا حال جانتا ہے اس کی پکڑ سے ڈرو) ، تو میں نے اپنے دل میں اللہ تبارک و تعالےٰ سے استغفار کیا تو اس فقیر نے مجھے پھر پکارا اور یہ آیت پڑھی هو الذی یقبل التوبة عن عبادہ (یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) ، اس کے بعد وہ فقیر غائب ہو گیا اور پھر نظر نہیں آیا ۔

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے زکریا ابن داؤد کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ۔

دخل ابو العباس بن مسروق على ابي الفضل الهاشمي وهو عليل وكان ذا عيال ولم يعرف

ابو العباس بن مسروق شیخ ابو الفضل ہاشمی کے پاس گئے وہ بیمار تھے اور صاحب اہل و عیال تھے اور ان کا کوئی

لہ سبب یعیش بہ قال فلما قمت قلت فی نفسی من این یاکل ھذا الرجل قال فصاح لی یا ابا العباس رد ھذہ الھمۃ الدنیۃ فان اللہ تعالی الطافا خفیہ ۔

معاشی وسیلہ اور مشغلہ نہیں تھا جس سے ان کی ضروریات پوری ہوتیں ۔ تو جب میں ان کے پاس سے اٹھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص کہاں سے کھاتا ہے ؟ تو انہوں نے مجھے زور سے ڈانٹا اور کہا کہ " اس ذلیل خیال اور وسوسہ کو دل سے دفع کرو ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنے بندوں پر مخفی عنایات بھی ، ہوتی ہیں ۔

ان واقعات کے ذکر کے بعد متعدد اولیاء اللہ کے اسی طرح کے اور بھی چند واقعات امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ سب کشف والہام اور فراست ایمانی ہی کے قبیل سے ہیں ان کا اس " علم غیب " سے کوئی تعلق نہیں ، جس کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے ۔

بعض اولیاء اللہ کی وفات کے بعد کشف وکرامات کا ظہور

یہاں تک ہم لکھ چکے تو خیال آیا کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کے حوالہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان یا بعد کے اولیاء اللہ کی جن کرامات کا ہم نے ذکر کیا ہے اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کشف والہام کے جو واقعات ہم نے ذکر کئے ہیں یہ سب زندہ حضرات کے واقعات ہیں اس لئے چند واقعے وہ بھی ذکر کر دیئے جائیں جن میں بعض اولیاء اللہ سے وفات کے بعد بھی

خوارق عادات اور کشف و کرامات کا ظہور ہوا ہے ۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے صحابی سیدنا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا واقعہ پڑھیے !

موت کے بعد صحابی رسول زید بن خارجہ کا کلام فرمانا

سیدنا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں ۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی وفات ہوئی ۔ ان کا واقعہ معلوم و مشہور ہے کہ ان کی وفات کے بعد جب ان کا جنازہ تیار ہو گیا اور نماز کے لئے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا انتظار ہو رہا تھا تو جنازہ سے آواز سنی گئی انہوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا ۔

السلام علیکم انصتو انصتو ۔ لیعنی خاموش ہو جاؤ اور متوجہ ہو کر میری ، بات سنو !) اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بارے میں شہادت دی ۔ اور سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے بارے میں صدق و امانت کی شہادت دی ۔ اس کے بعد سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں کہا کہ چار سال گذر چکے ہیں دو اور گذر جائیں گے اس کے بعد فتنوں کا سلسلہ ہے اور بیرا ریس کا حادثہ ہونے والا ہے ۔

حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں ان کے تذکرہ میں لکھا ہے ۔

و ذکر البخاری و غیرہ انہ تکلم بعد الموت (الاصابہ جلد ۳ ، ص ۳۰)	امام بخاری نے بھی اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے کہ سیدنا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے موت

کے بعد کلام کیا تھا ۔

یہ واقعہ دو پہلوؤں سے خارق عادت ہے ایک یہ کہ سید نا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے موت کے بعد کلام کیا اور دوسرے یہ کہ انہوں نے سید نا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتنوں کی اور بیرالیس کے حادثہ کی خبر دی اور وہی ہوا جس کی انہوں نے خبر دی تھی ۔ یہ موت کے بعد کرامت کی بھی مثال ہے اور کشف کی بھی ۔

اس کے بعد مشہور تابعی ابو قلابہ سے ایک صاحب قبر کی گفتگو کا واقعہ سنیئے ۔

ابو قلابہ تابعیؒ سے ایک صاحب قبر کی گفتگو

شیخ ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الروح میں ابن ابی الدنیا کی روایت سے سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ۔

مشہور تابعی ابو قلابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بیان کیا کہ میں شام سے بصرہ کی طرف آیا ایک منزل پر میں نے قیام کیا و ہاں میں نے رات کو وضو کرکے دو رکعتیں پڑھیں وہیں ایک قبر بھی تھی میں اس قبر پر سر رکھ کر سو گیا پھر میری آنکھ کھل گئی تو صاحب قبر نے شکایت کرتے ہوئے مجھ سے کہا ۔

تم نے آج رات مجھے ایذا پہنچائی (یعنی تمہارا سر رکھ کر سونا میرے لئے تکلیف کا باعث ہوا) پھر اسی صاحب قبر نے کہا کہ تم زندہ لوگ عمل کرتے ہو اور اس کے نتیجہ کا تم کو علم نہیں ہے اور ہم مردوں کو علم ہو گیا ہے مگر افسوس کہ ہم عمل نہیں کر سکتے ۔ الخ

(کتاب الروح صٓ)

اس واقعہ میں صاحب قبر نے ابو قلابہ سے بیداری کی حالت میں گفتگو کی ۔ بلاشبہ یہ صاحب قبر کی کرامت تھی ۔ اور ابو قلابہ کی بھی ۔

ثابت بن قیس کا حیرت انگیز واقعہ

ناظرین کرام اس سلسلہ میں ایک حیرت انگیز واقعہ سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اور پڑھ لیں جس کو ابو عمرؒ بن عبد البر نے سند کے ساتھ خود ان کی صاحبزادی سے نقل کیا ہے

سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ (یعنی اس جنگ میں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی وفات کے بعد نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر سے سیدنا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سرکردگی میں لڑی گئی تھی) جس وقت وہ شہید ہوئے تو ان کے جسم پر ایک بہت نفیس اور قیمتی زرہ تھی مسلمانوں ہی کے لشکر کا ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا تو اس نے ان کی وہ زرہ اتار کے اپنے قبضے میں کر لی۔

لشکر کے ایک مجاہد نے سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تم یہ خیال کر کے کہ یہ ایک بے حقیقت خواب ہے اس پر عمل نہ کرو۔ مجھے کہنا یہ ہے کہ میں کل شہید کر دیا گیا ہوں، مادر مسلمانوں ہی میں سے ایک شخص نے میری زرہ لے لی ہے اور اس کا خیمہ بالکل آخری کنارہ پر ہے اور اس کی ایک پہچان یہ ہے کہ اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا ہے جو بہت اچھلتا کودتا ہے اس نے میری زرہ کو اس طرح چھپایا ہے کہ اس کے اوپر ایک بڑی ہانڈی الٹ دی ہے اور اس کے اوپر کجاوہ رکھا ہے، تم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہو کہ وہ کسی کو بھیج کر میری زرہ حاصل کریں۔ اور جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو خلیفۂ رسول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں آزاد ہیں یعنی میں ان کو آزاد کرتا ہوں۔

چنانچہ یہ صاحب جن کو سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خواب میں وصیت کی تھی، سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے زرہ والی بات کہی، انہوں نے آدمی بھیج کر خواب کی نشاندہی کے مطابق وہ زرہ حاصل کر لی۔ او جب یہ صاحب مدینہ طیبہ آئے تو سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا حضرت ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا خواب والا پیام پہنچایا۔ سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کی وصیت کے نفاذ کا حکم فرمایا۔

ابو عمرو بن عبد البر نے اس واقعہ کو روایت کر کے لکھا ہے کہ ہمارے علم میں نہیں کہ سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے علاوہ کسی اور کی موت کے بعد کی وصیت نافذ کی گئی ہو۔ (کتاب الروح ص۱۱)

اس واقعہ کو اس پوری تفصیل کے ساتھ حافظ ابن حجر نے "اصابہ" میں طبرانی کی تخریج سے سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔

(الاصابہ جلد ۱ ص۱۹۷)

بلاشبہ یہ واقعہ مختلف پہلوؤں سے سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔ اور سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کی بعد الموت کی خواب کی وصیت کو ایک زندہ شخص کی وصیت کی طرح نافذ کر کے اس کی عظمت کو اور الضاعف کر دیا ہے۔

پچھلے اوراق میں آپ نے علامہ نسفی اور علامہ تفتازانی اور ملا علی قاری اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم کے بیانات میں اولیاء اللہ کے کشف و کرامت کے جو واقعات پڑھے

اور سیدنا حضرت زید بن خارجہ ، اور حضرت ابو قلابہ ، اور سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد الموت کے جو واقعات "الاصابہ" اور "کتاب الروح" کے حوالے سے بھی ہم نے ذکر کئے ۔ ان سب کو ذہن میں رکھئے ۔ اور ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" میں جماعت دیوبند کے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ سے متعلق ۶۰ ، ۷۰ کے ، قریب جو واقعات "ارواح ثلثہ" ، "سوانح قاسمی" ، اور "تذکرۃ الرشید" ، وغیرہ کے حوالوں سے نقل کئے ہیں ان میں سے ایک ایک کو دیکھئے آپ کو سورج کی روشنی کی طرح صاف نظر آئے گا ۔ کہ سب واقعات کشف و کرامات ہی کے قبیل سے ہیں ۔ ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا ، نہیں ہے جس میں کسی بزرگ اور کسی ہستی کے لئے وہ "علم غیب" اور وہ تصرف ثابت کیا گیا ہو جس کا کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے ۔

اولیاء اللہ کی کرامات اور کشف والہام کے بارہ میں اکابر علماء دیوبند کا موقف و مسلک !

اگرچہ اب اس کے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ اولیاء اللہ سے کرامات کے صدور و ظہور اور کشف والہام کے بارہ میں جماعت دیوبند اور ان کے اکابر کا موقف و مسلک وہی ہے جو "شرح عقائد نسفی" "فقہ اکبر" اور "شرح فقہ اکبر" وغیرہ میں اہلسنت والجماعت کا مسلک بیان کیا گیا ہے خود "زلزلہ" میں اکابر علماء دیوبند کے ۶۰ ، ۷۰ کے قریب جو واقعات "ارواح ثلثہ" وغیرہ کے حوالوں سے نقل کئے گئے ہیں وہی اس کا کافی سے زیادہ ثبوت ہیں تاہم ناظرین کرام کی مزید بصیرت کے لئے اس پر ہم کچھ اور بھی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں ۔

کشف وکرامات سے متعلق مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کا موقف

علماء دیوبند کی کتابیں شاہد ہیں کہ عہد قریب کے علماء و امت اور مجددین و مصلحین میں سے دو اپنا خاص راہنما امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو سمجھتے ہیں اور جس شخص نے حضرت امام ربانی کے مکتوبات اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اولیاء اللہ سے، کشف وکرامات کے ظہور کے بارہ میں ان حضرات کا موقف کیا ہے۔ خاص کر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "انفاس العارفین" میں صرف اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کشف و الہام اور کرامات کے جو واقعات لکھے ہیں ان کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہو جائے گی۔ ان میں منطق الطیر[1] یعنی پرندوں کی بات سمجھنے اور ان سے بات کرنے کے بھی واقعات ہیں[2]۔ اسی طرح بعض اصحاب قبور سے بات کرنے کے بھی واقعات ہیں[3]۔ بیداری کی حالت میں حضرت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات اور گفتگو کا بھی تذکرہ ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا موقف و مسلک

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف و مسلک بھی کشف وکرامات کے باب میں بالکل وہی ہے جو ان کے دادا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

---

[1] انفاس العارفین ص۴۲، [2] ایضاً ص۴۳، [3] ایضاً ص۴۵

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے کرام کے فضائل اور مقامات عالیہ کے بیان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی ایک مستقل تصنیف "منصب امامت" ہے جو لوگ اس باب میں حضرت شاہ شہید اور علمائے دیوبند کا مسلک جاننا چاہیں ان سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ اس وقت تو ہم صرف کشف والہام اور کرامات سے متعلق اس کی چند سطریں یہاں نقل کرتے ہیں حق یہ ہے کہ پوری کتاب آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ مقام ولایت پر کلام کرتے ہوئے تحریر فراتے ہیں۔

واز آنجملہ الہام است کہ با نبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی میگویند ودیگر بغیر ایشاں ثابت میشود اورا تحدیث میگویند ،

اور ولایت کے شعبوں میں سے ایک الہام بھی ہے۔ یہی الہام جب اس کا تعلق، انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام سے ہو تو اس کو وحی کہتے ہیں اور جب نبیوں کے علاوہ دوسرے مقبول بندوں سے تعلق ہو تو دین کی خاص زبان میں اس کو تحدیث کہتے ہیں۔

آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے اس وحی والہام کی چند صورتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً غیبی آواز آنا، یا فرشتے کے ذریعہ پیام آنا وغیرہ وغیرہ اور قرآن و حدیث سے ان سب کی دلیلیں اور مثالیں پیش کی ہیں۔ اسی سلسلے میں فراتے ہیں۔

واز جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسے را از مقبولین عالی مقام درحالت

اور الہام کی قسموں اور صورتوں میں سے ایک خواب بھی ہے کہ عالی مقام مقبولین

منام برامرے از امور غیبیہ مطلع مے فرمایند۔

میں سے کسی کو سونے کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ خواب کے ذریعہ امور غیبیہ میں سے کسی بات کی اطلاع فرماتے ہیں۔

پھر اس دلیل میں شہرہ حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ الخ پیش کرکے فرماتے ہیں۔

واز جملہ کمالات ولایت تعلیم غیبی است (منصب امامت ص۱۳۱، ۱۳۲)

اور ولایت کے اعلیٰ کمالات میں سے ایک تعلیم غیبی بھی ہے۔

پھر تین، چار، صفحے کے بعد اولیاء اللہ سے کرامات کے ظہور کے بارہ میں تحریر، فرماتے ہیں۔

واما خرق عادت پس احتیاج بیانش نہ دارد زیرا کہ ظہور خوارق از اولیان راہ حق کہ از اتباع انبیاء اند بوجہے مشہور و متواتر است کہ حاجت بیان نیست۔

(منصب امامت ص۱۳۶)

اور رہا خرق عادت (یعنی کرامات کے ظہور) کا معاملہ تو اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اتباع اور ان کی پیروی کرنے والے راہ حق کے ہادیوں سے خوارق و کرامات کا ظہور اس قدر مشہور اور حدِ تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ اس کے بیان کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔

بعد کے اکابر علماءِ دیوبند کا مسلک

پھر حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد کے تمام اکابر ومشاہیر علماء دیوبند

کی تصانیف میں کشف والہام اور کرامات کے بارہ میں اسی موقف ومسلک کو بیان کیا گیا ہے۔ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے تو اپنی تصانیف میں اس پر اتنا لکھا ہے کہ اگر اس سب کو یکجا کیا جائے تو کئی سو صفحے کی کتاب تیار ہو جائے گی۔

مسئلہ کی اس وضاحت کے بعد ہم پھر کہتے ہیں کہ ارشد صاحب نے "زلزلہ" میں اکابر علمائے دیوبند کے جو واقعات "تصویر کے دوسرے رُخ" کے زیر عنوان نقل کئے ہیں وہ سب اسی کشف وکرامت کے قبیل سے ہیں ان میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہے جس میں کسی بزرگ کے لئے وہ علم غیب اور وہ تصرف ثابت کیا گیا ہو جس کا کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے۔

چہ دلاور است دزدے
کہ بکف چراغ دارد!

حیرت ہے ارشد صاحب کی اس دیدہ دلیری پر کہ اکابر علماء دیوبند سے متعلق جو ایسے واقعات انہوں نے نقل کئے ہیں جن میں کسی مخفی بات کے معلوم ہو جانے یا اطلاع دینے کا ذکر ہے ان میں سے بہت سوں میں خود ارشد صاحب کی، نقل کی ہوئی عبارت میں بھی "کشف" کا لفظ صراحۃً موجود ہے اس کے باوجود وہ مدعی ہیں کہ اس میں فلاں بزرگ کے لئے وہی علم غیب مان لیا گیا ہے جس کا غیر اللہ کے لئے، ثابت کرنا اور ماننا علماء دیوبند کے نزدیک شرک ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے ارشد صاحب کو ہم اتنا انجان اور ناواقف نہیں سمجھتے کہ وہ "کشف" اور "علم غیب" کے فرق کو نہ جانتے ہوں۔ اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ ان کا دانستہ فریب ہے ان کا مشن چراغ ہاتھ

میں لے کر چوری کے کمال کا مظاہرہ ہے

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ارشد صاحب کے اصل الزامات اور دعووں کے جواب سے الحمد للہ ہم فارغ ہو چکے۔ لیکن انہوں نے "زلزلہ" میں اپنے بنیادی موضوع کے علاوہ بھی کچھ سوالات اٹھائے ہیں اور کچھ مباحث چھیڑے ہیں اور ان میں بھی اپنے ناظرین کو فریب دینے کا اور کہیں کہیں پوری دیدہ دلیری کے ساتھ سو فیصد جھوٹا دعویٰ کرنے کا وہ کمال دکھایا جس میں انہوں نے خاص مہارت حاصل کی ہے۔ اب ہم چند نمبروں میں ان پر مختصر مختصر گفتگو کریں گے۔

(۱)

کسی مرنے والے سے بیداری کی حالت میں ملاقات

ارشد صاحب نے بزرگانِ جماعت دیوبند کے واقعات کے سلسلہ میں پہلے نمبر پر بیداری کی حالت میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات کا واقعہ نقل کیا ہے ظاہر ہے کہ یہ خارقِ عادت واقعہ ہے اور کرامات ہی کے قبیل سے ہے اور تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ "کرامت" صاحبِ کرامت بزرگ کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور اس کی قدرت میں یہ سب کچھ ہے۔ اور اولیائے امت کے واقعات میں اس کی مثالیں بھی بکثرت ہیں چند ہی صفحے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی "انفاس العارفین"

سے ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے بیداری کی حالت میں اور گفتگو کا واقعہ نقل کیا جا چکا ہے۔ اور عنقریب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی بیداری میں ملاقات اور گفتگو کا واقعہ ذکر کیا جائے گا۔

بلاشبہ ہمارے عوام کے لئے اس طرح کے واقعات کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے لیکن اگر کوئی سمجھنا چاہے تو صرف ایک نکتہ پر غور کر کے اپنی صلاحیت کے مطابق سمجھ بھی سکتا ہے۔

بیداری میں مرنیوالوں سے ملاقات کیسے لوگونکی ہوتی ہے

اس کا تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خواب میں مرنے والوں کو دیکھا جاتا ہے تو جسم عنصری ہی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور ان سے باتیں بھی ہوتی ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ خواب میں عام طور سے ایسا کیوں ہوتا ہے اور بیداری میں کیوں نہیں ہوتا؟

واقعہ یہ ہے کہ نیند کی حالت میں چونکہ ہمارے احساسات اور ادراکات کا تعلق اس عالم سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لئے دوسرے عالم والوں سے رابطہ قائم ہونے کا اور ان کی باتیں سننے کا امکان زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے خواب کے ایسے واقعات پر کسی کو کوئی تعجب اور توحش نہیں ہوتا۔ بس سمجھنا چاہیئے کہ بیداری کی حالت میں

ؔ ملاحظہ ہو انفاس العارفین ص۴۵۔

اس طرح کا معاملہ بالعموم ایسے ہی حضرات کے ساتھ ہوتا ہے جن کا باطن اپنے گرد و پیش کی دنیا و مافیہا سے منقطع زیادہ رہتا ہے[1] ایسی حالت میں دوسرے عالم والوں سے ان کی روحانیت کا رابطہ قائم ہوجاتا ہے اور وہ ان سے ملاقات کرتے، ان کی باتیں سنتے اور ان سے باتیں کرتے ہیں۔ اور یہ سب خرق عادت کے طور پر اللہ تبارک و تعالےٰ کے اذن اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے اور دراصل اسی کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اس کو ان بزرگ ہی کی قدرت کا کرشمہ اور ان کا اختیاری فعل اور تصرف سمجھے تو وہ مشرکانہ عقیدہ ہوگا۔ کیونکہ خرق عادت اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت اور شان ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

خرق عادت پروردگار تعالےٰ از بندہ ممکن نہ باشد (ص۱۵)	سنۃ اللہ اور عادۃ اللہ کو توڑنا، کسی بندہ سے ممکن نہیں ہے۔

(۲)

ارشد صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا دوسرا ایک واقعہ سوانح قاسمی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ۔

دارالعلوم دیوبند کے پڑھے ہوئے کوئی سیدھے سادے اور مسکین صفت مولوی صاحب کسی قصبے کی مسجد میں امام تھے وہاں بریلوی قسم کے کوئی واعظ آگئے انہوں نے

---

[1] اس نکتہ کی طرف امام غزالیؒ نے اشارہ فرمایا ہے (احیاء العلوم۔ ج ۱ ص۲۶)

ان بیچارے مولوی صاحب کے خلاف طوفان برپا کر دیا اور قصبہ کے عوام کو بھڑکا دیا۔ عوام نے مولوی صاحب کو ان واعظ صاحب سے مناظرے کے لئے مجبور کیا۔ بیچارے ان کو منظور کر لینا پڑا۔ جب مناظرہ کا وقت آیا تو یہ بیچارے مولوی صاحب بہت خوفزدہ اور پریشان تھے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے موقع پر اللہ کے اس مسکین بندے نے کیسے الحاح اور عاجزی سے اپنے رب سے دعا کی ہوگی اور مدد مانگی ہوگی۔ ان مولوی نے بیان کیا کہ میں نے اچانک محسوس کیا کہ ایک صاحب جن کو میں پہچانتا نہیں تھا میرے بازو میں آکر بیٹھ گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ گفتگو شروع کرو اور ہرگز نہ ڈرو۔ گفتگو شروع ہوئی، تھوڑی ہی دیر کے بعد ان واعظ صاحب کا یہ حال ہوا کہ امام صاحب سے رو رو کر معافی مانگنے لگے۔ اور وہ اجنبی صاحب جو اچانک آکر میرے برابر میں بیٹھ گئے تھے وہ اسی طرح اچانک غائب ہوگئے۔

آگے بیان کیا گیا ہے کہ مدت کے بعد جب یہ مولوی صاحب ایک دفعہ دیو بند آئے اور اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا اور حضرت کے دریافت کرنے پر اچانک ظاہر ہونے والی شخصیت کا حلیہ بیان کیا تو انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا کہ۔

یہ تو حضرت الاستاذ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جو تمہاری امداد کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے۔

اس واقعہ کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اگر یہ واقعہ ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے اس مسکین بندے کی اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت تھی یہ ان میں سے کسی کا بھی اپنا فعل اور تصرف نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ

ہی کا فعل اور تصرف تھا۔ خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل بتلایا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی اس طرح کی امدادوں کی مثالیں کتابوں میں بکثرت بیان کی گئی ہیں۔

ابن حجر ہیثمی کے "فتاویٰ حدیثیہ" میں ایک سوال کے جواب میں کرامات کے موضوع پر کئی صفحہ میں بہت تفصیلی کلام کیا ہے۔ اس میں سیدی حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ کا یہ واقعہ خود ان کی روایت سے ابن الملقن کی "طبقات الاولیاء" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ۔

بیداری کی حالت میں حضرت پیران پیر کی رسول پاکؐ اور حضرت علیؓ سے ملاقات

ایک دن ظہر کی نماز سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھا آپ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ بیٹا! تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے، یا بنی لم لا یتکلم، میں نے عرض کیا کہ میں ایک عجمی آدمی ہوں بغداد کے اہل زبان اور اصحاب فصاحت کے سامنے کیسے بات کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو! میں نے منہ کھول دیا تو آپ نے سات بار میرے منہ میں تھوکا اور فرمایا، جاؤ اب وعظ کہو اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ پر چلنے کی دعوت دو" حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں، اس کے بعد میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور میں وعظ کے لئے بیٹھ گیا اور مخلوق بہت بڑی تعداد میں جمع ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے بولنا مشکل ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس وعظ میں میرے سامنے کھڑے ہیں انہوں نے

مجھ سے فرمایا۔ بیٹا کیا بات ہے کیوں نہیں بولتے؟

میں نے عرض کیا ابا جان! مجمع کے اثر سے، بولنا مشکل ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو۔ میں نے اپنا منہ کھول دیا تو آپ نے اس میں چھ دفعہ تھوکا۔ اس کے بعد سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب ہو گئے، اور میں نے وعظ کہا۔

(فتاوائے حدیثیہ ص۲۴۳)

یہ تو سوانح قاسمی میں بیان کئے ہوئے واقعہ کی ایک مثال تھی۔ لیکن اہم ترین صاحب نے اس واقعہ کے سلسلے میں ایک نئی بحث چھیڑی ہے درِاصل یہاں ہم کو اسی پر گفتگو کرنا ہے۔ سوانح قاسمی کے مرتب حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اس واقعہ کا ذکر کر کے حاشیہ میں لکھا تھا کہ۔

وفات یافتہ بزرگوں کے ذریعہ خداوندی امداد کا مسئلہ

وفات یافتہ روحوں سے امداد کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل السنۃ والجماعت کا ہے۔ آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن پاک ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعۂ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تخفیف صلوٰت کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بشارتیں ملیں تو اس قسم کی امداد طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن مجید کی کس آیت پاک یا حدیث شریف سے اس کی تردید ہوتی ہے؟ اور سچ تو یہ ہے کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد بھی مل رہی ہے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو یہ امدادیں

پہنچا رہے ہیں۔ روشنی آفتاب سے ملتی ہے، دعدعہ ہیں گائے اور بھینس سے ملتا ہے تو یہ ایک واقعہ ہے۔ بھلا یہ بھی انکار کرنے کی کوئی چیز ہے۔

(حاشیہ سوانح قاسمی جلد اول ص۳۳)

ارشد صاحب کا عیارانہ افترا

ارشد صاحب نے "زلزلہ" میں مولانا گیلانی مرحوم کے حاشیہ کا یہ حصہ نقل کیا ہے اور اس کے بارہ میں حیرت انگیز دیدہ دلیری سے دعویٰ کیا ہے کہ مولانا گیلانی نے اس حاشیہ میں "اپنے ہی ہاتھوں اپنے مذہب کا خون" کیا ہے اور جس تصور اور عقیدہ کو علمائے دیو بند ہمیشہ مشرکانہ کہتے رہے تھے اس کو مولانا گیلانی نے اپنا اور اپنی جماعت دیو بند کا عقیدہ بتلایا ہے۔ آگے ارشد صاحب نے لکھا ہے۔

میں یقین کرتا ہوں کہ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے گی۔ (زلزلہ ص۴۰)

سو فیصد جھوٹا دعویٰ

میں کہتا ہوں اور ارشد صاحب کے پورے گروہ کو چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ ارشد صاحب نے یہاں جیسا شرمناک فریب اپنے ناظرین کو دیا ہے اور جس دیدہ دلیری کے ساتھ سو فی صدی جھوٹا دعویٰ کیا ہے اس کی مثال کسی ایسے شخص کی تحریر سے نہیں مل سکتی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خدا تعالیٰ کا خوف ہو، یا کم سے کم حیاء و شرم ہی کا مادہ ہو۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تمام علمائے دیو بند کے نزدیک کسی وفات یافتہ بزرگ اور کسی بھی مخلوق کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھنا اور اس بنا پر مدد چاہنا بلاشبہ مشرک ہے کہ وہ خود اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ہماری

مدد کر سکتے ہیں اور ہم کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں ۔ جیسا کہ عام طور پر قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں کا حال ہے کہ وہ شہیدوں اور ولیوں کے بارہ میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی لئے ان کے لئے منتیں مانتے اور نذریں چڑھاتے ہیں اور حاجتی بن کر ان کی قبروں پر جاتے ہیں ۔

لیکن ایسا عقیدہ رکھنا کہ ، ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ اپنی کسی مخلوق اور اپنے کسی مقرب بندہ یا اس کی روح کے ذریعہ اپنی قدرت کاملہ اور اپنے حکم سے عام عادۃ اللہ کے مطابق ، یا خارق عادت طریقہ پر اپنے بندوں کی امداد فرماتا ہے ہرگز شرک نہیں بلکہ عین اسلامی عقیدہ ہے ۔ اور مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اسی کو جماعت دیوبند اور عام اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ کہا ہے ۔ مولانا گیلانی رہ کے حاشیہ کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس کو پھر پڑھ لیجئے اس میں یہی بات کہی گئی ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم میں اور قبر پرستوں ، تعزیہ پرستوں میں اختلاف یہی ہے کہ وہ ایسی خارق عادت امداد کو بالخصوص جب کہ کسی وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اسی بزرگ کا فعل اور تصرف اور اسی کی قدرت کا کرشمہ سمجھتے ہیں اس لئے اسی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں ۔ پھر اسی بنا پر اس کے لئے نذریں ، منتیں مانتے اور ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں ۔ جیسا کہ تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے ۔ یہ بالکل وہی عقیدہ اور تصور ہے جو اکثر مشرک قوموں کا رہا ہے ۔

اور ہم اہل السنۃ والجماعۃ جن کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے صحیح توحید کا عقیدہ نصیب فرمایا ہے ہر ایسی امداد کو جو اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے کسی زندہ یا وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اللہ تعالےٰ ہی کا فعل و تصرف اور اسی کی امداد یقین کرتے ہیں ۔ اس لئے اسی

سے دعا اور مدد مانگتے ہیں اور اسی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں ۔ خود مولانا گیلانی نے اسی حاشیہ میں منقولہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے اور کس قدر صحیح لکھا ہے ۔

خود مولانا گیلانیؒ کی وضاحت

"مشرک قوموں کا طریقہ کار یہ ہے کہ بجائے امداد پہنچانے والی حقیقی قوت یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ، کے امداد کے ان ذرائع اور وسائل ہی کو پوجنے لگتی ہے ۔

اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نفع ہو یا نقصان، خواہ بلاواسطہ پہنچے یا بالواسطہ ہر حال میں سب کو اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں جو ان ذرائع اور وسائط سے نفع اور نقصان کی صورتوں کو پیدا کر رہا ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ، ۔ پس بزرگوں کی امداد سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں بلکہ اس امداد کے لئے بزرگوں کی یا ان کی قبروں کی، یا ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں ۔ موحد اور مشرک کے نقطۂ نظر میں یہی جوہری فرق ہے ۔"

ناظرین کرام! غور کریں کہ سوانح قاسمی کے اسی حاشیہ میں یہ صراحت اور وضاحت ہونے کے باوجود ارشد صاحب کا یہ دعویٰ کہ مولانا گیلانی نے اسی عقیدہ کو اپنا اور اپنی جماعت کا عقیدہ بتلا کر اپنے مذہب سے انحراف کیا ہے جس کو وہ مشرکانہ عقیدہ کہتے رہے ہیں، کیسا شرمناک فریب اور دلیرانہ جھوٹ ہے ۔ ہمیں یقین ہے کہ جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ پر اور یوم آخرت کے محاسبہ پر ایمان رکھتا ہو تو وہ ایسے فریب اور ایسی دروغ بیانی کی جرأت نہیں کر سکتا ۔

الغرض مولانا گیلانی مرحوم و مغفور نے یہاں جو کچھ لکھا ہے بلاشبہ وہی جماعت دیو بند کا مسلک و عقیدہ ہے ۔ اور ارشد صاحب نے اس موقع پر تقویۃ الایمان ؒ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں شرک اس عقیدے کو کہا گیا ہے جو قبر پرستوں کا عقیدہ

پرستوں، اور بھوت پریت کے پرستاروں کا عقیدہ ہوتا ہے۔ "تقویۃ الایمان کی پوری عبارت اس موقع پر یہ ہے۔

علم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست کو بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، بُرے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیر و شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کا شراک فی التصرف کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے "؛

سوانح قاسمی کے حاشیہ کی، مولانا گیلانی مرحوم کی پوری عبارت ابھی اوپر نقل ہو چکی ہے اور تقویۃ الایمان کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اگر آپ کو عقل و فہم دی ہے تو آپ فیصلہ کریں کہ وہ شخص دیانت داری اور شرم و حیا سے، کس قدر عاری اور کیسا فریبی ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ مولانا گیلانی مرحوم و مغفور نے اپنا اور جماعت دیو بند کا عقیدہ وہی بتلایا ہے جس کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں شرک کہا گیا ہے۔ تقویۃ الایمان کی عبارت کا یہ جملہ مقصد کی پوری وضاحت کر رہا ہے کہ۔

"یعنی اللہ کا سا تصرف کرنا محض شرک ہے"۔

بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن

ہم پوری تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مدعیان شرکت ہی تقویۃ الایمان کے خاص مخاطب ہیں اور وہ دلیوں شہیدوں اور اماموں کے لئے اسی طرح کا تصرف ثابت کرتے ہیں جس طرح کے تصرف کا عقیدہ عرب کے مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے۔ اور تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں اور اس طرح کی دوسری، تمام عبارتوں میں اسی عقیدہ کو شرک کہا گیا ہے اور وہ بلاشبہ شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ اولیاءُ اللہ کو بھی اپنے فیض اور تصرفات کا واسطہ بناتا ہے

لیکن یہ عقیدہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اولیاء، مقربین کے ذریعہ بھی اپنے بندوں کو فیض اور مدد پہنچاتا ہے اور عالم میں بڑے بڑے تصرفات و انقلابات کا ان کو واسطہ بناتا ہے۔ اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ ہے اور خود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے قائل بلکہ داعی ہیں۔ وہ اپنی بےنظیر کتاب "منصب امامت" میں ولایت کے ایک خاص مقام اور اس پر فائز ہونے والے اولیاء اللہ (اصحاب خدمت) کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ پر شاہ شہیدؒ کا ہدایت افروز کلام

حکیم علی الاطلاق ایشاں را واسطہ در تصرفات کونیہ میگرداند مثل نزول امطار و نمو اشجار

اللہ تبارک و تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے ان اولیاء مقربین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بناتا ہے جیسے بارشوں کا نازل ہونا، درختوں کا نشو و نما پانا۔ اور حالات کا پلٹا کھانا۔ بادشاہوں پر اقبال یا ادبار

وتقلیب احوال والامطار وتحول اقبال و ادبار سلاطین وانقلابات حالات اغنیاً ومساکین . ورفع بلاء ودفع وباء وامثال ذالک .

آنا ، دولت مندوں ، فقراء ومساکین کے احوال کا بدل جانا ، بلاؤں کا ٹل جانا اور وباؤں کا ہٹ جانا ، اور ان جیسے دوسرے تصرفات .

پھر اس کی سند میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں ان ابدال کا ذکر ہے جن کا مستقر شام بتلایا گیا ہے اور ان کے بارہ میں فرمایا گیا ہے .

یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب

ان کے ذریعہ اور ان کی برکت سے بارش نازل ہوتی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی جاتی ہے اور ان کے ذریعہ اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب اور آفات کو ہٹا دیا جاتا ہے .

حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی طرح مثال دے کر سمجھایا ہے کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو جو روشنی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی یہ روشنی پیدا کرتا ہے اور وہی اپنی قدرت اور اپنے حکم سے ہم کو پہنچاتا ہے . یہ سورج و چاند واسطۂ فیض ہیں . اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ سورج ، چاند ہی روشنی پیدا کرتے اور ہم کو پہنچاتے ہیں تو یہ عقیدہ مشرکانہ ہوگا اسی طرح "اصحاب خدمت" کے ذریعہ جو فیض پہنچتا ہے ، یا جو تصرفات عالم میں ہوتے ہیں وہ خود ان کا

فعل اور تصرف نہیں ہوتے بلکہ اللہ تبارک وتعالے کا فعل اور تصرف ہوتے ہیں. اگر کوئی شخص اس کو ان اولیاء اللہ واصحاب خدمت ہی کا فعل اور تصرف اور ان کی قوت کا کرشمہ سمجھے تو یہ مشرکانہ عقیدہ ہوگا. چنانچہ فرماتے ہیں.

پس آنچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ در اقطار عالم و اطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ ایشاں نیست نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل وعلا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ کار وبار بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الٰہی قدرت خود صرف میمانید وایں تصرفات گوناگوں وتغیرات بوقلموں در عالم کون بر روئے کار مے آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است وکفر بحت ہر کہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک مشرک مردود است وکافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی بنابر وجاہت کسے یا دعائے کسے از مقبولین امرے دیگر

پس تغیرات اور حالات میں جو تبدیلیاں (جن کا اوپر ذکر ہوا) اس عالم میں یا انسانوں کے احوال میں پیدا اور ظاہر ہوتی ہیں وہ سب ان اولیاء مقربین کی قدرت اور طاقت کا نتیجہ نہیں ہیں اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تبارک وتعالے نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کر دیئے ہوں اور وہ بامر الٰہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں، ایسا عقیدہ رکھنا خالص شرک وکفر ہے جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارہ میں یہ قبیح عقیدہ رکھے کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات کرتے ہیں وہ بلاشبہ مشرک وکافر ہے۔ الحاصل کسی مقرب بندہ کے خاص

وصدور تصرفات کونی از ہماں مقبول اگرچہ بامراللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفر۔
(منصب امامت صفحہ ۴۹، ۵۰)

مقام قرب و وجاہت کی بنا پر کسی مقبول بندہ کی دعا پر تقدیر الٰہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوجانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندہ سے عالم کون میں تصرف کا ہونا اگرچہ بامر وعطاء الٰہی دوسری بات ہے پہلی بات عین اسلام ہے، اور دوسرا عقیدہ خالص کفر ہے"

یہ ہے ہم اہلسنت والجماعت کا عقیدہ۔ یہی بات حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں کہی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اگر مولانا گیلانی مرحوم ومغفور کو بریلوی ذہنیت کا تجربہ ہوتا تو ان کا بیان اور زیادہ واضح ہوتا۔

مولانا نعمانی کے متعلق صریح جھوٹا دعوے

ارشد صاحب نے مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے حاشیہ سے متعلق اسی سلسلۂ بحث میں "الفرقان" کے ایک اداریہ کے حوالے سے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کی ایک عبارت بھی نقل کی ہے اور دعوے کیا ہے کہ اس عبارت میں بھی اس، عقیدہ کو شرک کہا گیا ہے جس کو حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جماعت دیوبند کا عقیدہ بتلایا ہے۔ یہ بھی ارشد صاحب کا سو فیصدی جھوٹ ہے۔

مولانا نعمانی مدظلہٗ کی اس عبارت کا آخری حصہ خود ارشد صاحب نے یہ نقل

کیا ہے ۔

شرک جب ہوتا ہے جب کسی ہستی کو اللہ کے قائم کئے ہوئے اس ظاہری سلسلۂ اسباب سے الگ غیبی طور پر اپنے ارادہ واختیار سے کارفرما، متصرف سمجھا جائے اس اعتقاد کی بنا پر اس سے اپنی حاجتوں میں مدد مانگی جائے ۔

(الفرقان جمادی الاولیٰ ۲، ۱۳ھ ص۳۰ زلزلہ ص۱۴۵)

ناظرین کرام ! حضرت مولانا گیلانی کی عبارت کو پھر پڑھ لیں ، کیا اس میں اس عقیدہ کا شائبہ بھی ہے جس کو الفرقان کی اس عبارت میں شرک قرار دیا گیا ہے ۔ ہمیں یقین ہے کہ اس بے باکی سے جھوٹ وہی شخص بول سکتا اور لکھ سکتا ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حیا اور صداقت سے بالکل ہی محروم کر دیا ہو ۔

ارشد صاحب نے حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کے اس اداریہ کا یہ آخری حصہ بھی نقل کیا ہے ۔

آپ مسلمان کہلانے والے قبوریوں اور تعزیہ پرستوں کو دیکھ لیجئے شیطان نے ان مشرکانہ اعمال کو ان کے دلوں میں ایسا اتار دیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی کوئی بات سننے کے روادار نہیں ۔

میں تو انہیں لوگوں کو دیکھ کر اگلی امتوں کے شرک کو سمجھا ہوں اگر مسلمانوں میں یہ لوگ نہ ہوتے تو واقعہ یہ ہے کہ میرے لئے اگلی امتوں کے شرک کو سمجھنا بڑا مشکل ہوتا ۔

(الفرقان ص۳۲ ، زلزلہ ص۱۴۵)

ارشد صاحب نے حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ کی اس عبارت کو نقل کر کے بڑے غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ خود ان کا اپنا حال ہے اور وہ خود حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ کے اس وار کا نشانہ بن گئے ہیں ۔ ورنہ جو بات ان سطروں میں کہی گئی ہے اس کی سچائی میں کس آنکھوں والے کو شبہ ہو سکتا ہے اور قریب قریب یہی بات ایک دوسرے انداز میں اب سے دو ڈھائی سو برس پہلے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کہی ہے ۔ "الفوز الکبیر ص۱۰" کے حوالے سے شاہ صاحب کی یہ عبارت پہلے بھی نقل ہو چکی ہے ۔

اگر در تصویر حال مشرکین و اعمال ایشاں توقف داری احوال محرفان اہل زمانہ خصوصاً آنانکہ باطراف دار الاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن ، کہ .... بہ قبور و آستانہا میروند و انواع شرک بعمل مے آرند ۔

اگر عرب کے مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لئے مشکل ہو اور اس میں کچھ سوچ بچار ہو تو اپنے زمانہ کے پیشہ ور عوام خاص کر وہ جو دار الاسلام کے اطراف ، میں رہتے ہیں ، جس کی وجہ سے وہ دینی تعلیم اور صحبت سے محروم ہیں ، ان کا حال دیکھ لو وہ قبروں ، اور آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کرتے ہیں ۔

بتلیئے کیا بنیادی فرق ہے حضرت مولانا نعمانی مدظلہ العالی کی مندرجہ بالا عبارت میں

اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شرک سے فرار دیں ؟

کیا ہے کسی بریلوی میں ہمت کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بھی اس غیظ و غضب کا اظہار کرے جس کا حضرت مولانا نعمانی مدظلہ العالی کے خلاف اظہار کیا گیا ہے ۔

(۳)

حضرت گنگوہی کا ایک ارشاد

تذکرۃ الرشید یعنی سوانح حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے حوالے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک ارشاد نقل کر کے ارشد صاحب نے ایک نئے رنگ کا گل کھلایا ہے ۔ تذکرۃ الرشید کے مؤلف حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض مواقع پر حضرت کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے کہ :

سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر ۔ (تذکرۃ الرشید ص۱۷)

ان فقروں کو نقل کر کے ارشد صاحب فرماتے ہیں کہ :

" یعنی مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں مولوی رشید احمد صاحب کے علاوہ کسی کی زبان بھی کلمۂ حق سے آشنا نہیں ہوئی ۔ افسوس گنگوہی صاحب کے اس دعوے کو مشتہر کرتے ہوئے دیوبندی علماء قطعاً یہ محسوس نہیں کیا کہ ابھی دوسرے حق پرست علماء کی کتنی صریح توہین موجود ہے ۔"

اس کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آخری فقرے پر خصوصی توجہ مبذول کراتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ کسی کے اتباع پر نجات موقوف ہو یہ شان وقت رسول کی ہو سکتی ہے نائب رسول ہونے کی حیثیت سے علماء کرام کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباع رسول کی دعوت دیں، اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعاً ان کا منصب نہیں ہے لیکن صاف عیاں ہے کہ گنگوہی صاحب اس منصب پر قناعت نہیں کرنا چاہتے"

اور آخر میں تقویۃ الایمان کی ایک عبارت سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد کا تضاد دکھاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ۔

"دوسری طرف ان کے مذہب کی بنیادی کتاب تقویۃ الایمان کا فرمان یہ ہے کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اس کے کلام کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی ان ہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق کے ساتھ کرے اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۱۳، زلزلہ از ص۳ تا ص۳)

پتہ نہیں ان ارشد صاحب کے ذہن میں یوم آخرت نام کی کوئی چیز بھی ہے یا نہیں، جہاں ایک ایک بات کا آدمی کو حساب اور جواب دینا ہوگا! آخرت فراموشی کی کوئی حد ہے کہ جس تذکرۃ الرشید سے عبارت لے کر اعتراض کیا جا رہا ہے اسی میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی موجودگی میں ایسے اعتراض کا وسوسہ بھی آدمی کے دل میں

نہیں گزر سکتا ۔ مگر ارشد صاحب بے بات کا پہاڑ بنا کے کھڑا کرنے اور ان مقبولان خدا کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں واہی تباہی خیالات پیدا کرنے کا فن دکھاتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں سمجھ دے کہ یہ کیسے گھاٹے کا سودا ہے جسے وہ سراسر نفع کا سمجھے ہیں

ادھر ادھر سے پہلے خود ان فقروں ہی کے اندر جنہیں اعتراض کے لئے چنا گیا ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ ارشاد پڑھئے کہ ۔

"اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں "

ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کیا کوئی خدا ترس آدمی ایسا الزام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دے سکتا ہے جیسا کہ ارشد صاحب نے فنکاری کی پوری طاقت صرف کر کے دیا ہے کیا نبوت و رسالت کے منصب کا خواہشمند آدمی ایسے الفاظ بھی اپنے بارے میں کہتا ہے یا وہ لن ترانیاں لکھتا ہے کہ میں چنیں ہوں اور چناں ہوں ؟

اچھا اب "تذکرۃ الرشید" کے دوسرے بعض مقامات دیکھئے ۔ یہ عبارت جس پر ، گفتگو ہے "تذکرہ" کے حصہ دوم ص۱ کی ہے ۔ حصہ اول کا ص۱۱۳ کھولئے ایک طویل مکاتبت خط و کتابت ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی مروجہ میلاد کے مسئلہ پر چل رہی ہے ۔ بڑی مشہور مکاتبت ہے ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ایک زمانے میں اس رسم میلاد کے بارے میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے رجحان کے مطابق کچھ نرم تھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے یہاں مطلق گنجائش اس معاملے میں نرمی کی نہیں تھی ، حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے علم میں یہ بات آئی کہ حضرت والا کو ان کے مسلک سے ناگواری ہے اس پر آپ نے اپنی پوزیشن واضح کرنے اور مسئلہ کو سمجھنے کے لئے

حضرت سے خط و کتابت کی جس کا سلسلہ کافی طویل ہوا۔ اور جس کے نتیجے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا۔ اسی مکاتبت میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرما دے گا تو اس کو تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا۔ کیوں کہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں۔ اس کی نظیریں احادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ ایک نظیر بیان کرتا ہوں، اس پر غور کیجئے ۔

اس کے بعد اس نظیر کے بیان میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

" جب واقعہ مسیلمہ میں (یعنی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے جنگ کے واقعہ میں۔ ح) قراء (حفاظ قرآن ح) بہت سے شہید ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندیشہ ذہاب کثیر من القرآن کا (یعنی قرآن کا بیشتر حصہ ضائع ہو جانے کا، ح) ہوا، انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفۂ وقت، کو جمع قرآن (یعنی قرآن کے جو مختلف ٹکڑے مختلف صحابہ کے پاس کتابت کی یا حفظ کی شکل میں محفوظ تھے ان سب کو یکجا کر کے ایک مکمل نسخہ تیار کرا دینے کا مشورہ دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد مباحثہ بسبب قبول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبول فرمایا اور اس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہو گیا اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی اور

سنیت بلکہ وجوب مقرر ہو گیا (یعنی طے ہو گیا کہ یہ کام مطابق سنت، بلکہ واجب ہے)، اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اس امر کے واسطے فرمایا (یعنی یہ کہ وہ قرآن جمع کریں)، تو باوجود اس بات کے کہ شیخین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے اور صحبت ان کی بہ نسبت زید کے طویل تھی اور ان کے باب میں حکم صریح علیہ السلام سے ہو چکا تھا کہ اقتدوا[1] بالذین من بعدی ابی بکر و عمر — رواہ البخاری بیع ہذا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چونکہ اس امر کو محدث، دین میں نئی بات سمجھا تو یہی فرمایا کہ کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ وہ کام کیسے کر رہے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے نہیں کیا، اور ان کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا کیوں کہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے۔ لہٰذا مناظرہ شروع کر دیا۔ مگر جس وقت حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے ان کو سمجھا دیا اور سنیت اس فعل کی حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ثابت ہو گئی تو اس وقت بدل و جان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ بخاری کو تم نے خود پڑھا پڑھایا اور دیکھا ہے زیادہ کیا طول۔ بس ایسا بدست شیخ ہو جانا کہ مامور اور منہی کی کچھ تمیز نہ رہے، یہ اہل علم

---

[1] یعنی میرے بعد تم لوگ ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا۔

کا کام نہیں لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ۔ (کسی مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہو)، یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں۔ اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا ہے تو، بسبب فرط محبت کے یا جنون عشقیہ کے کیا ہے سو وہ قابل اعتبار کے نہیں اور ہم لوگ اپنے آپ کو اس درجہ کا نہیں سمجھتے :

(تذکرۃ الرشید ا صـــ ۱۱۴)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی اس تحریر کو پڑھتے ہوئے یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ اس کے مخاطب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بعد اپنا سب سے بڑا حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کو ہی سمجھتے تھے اور جیسا کہ اوپر بتایا گیا تھا اس وجہ سے حضرت کی ناراضگی کی اطلاع پاکر یہ خط و کتابت آپ نے فرمائی تھی۔ اس صورت حال کو ذہن میں رکھتے ہوئے خود فرمایئے کہ حضرت گنگوہی حضرت تھانوی سے یہ نہیں فرماتے کہ چونکہ میں کہتا ہوں کہ مروجہ میلاد کی شرکت روا نہیں اس لئے بے چون وچرا مان لو، بلکہ اس کے برعکس یہ اصول بتلاتے ہیں کہ دین کے معاملے میں دلائل شرعیہ کے بغیر اپنے شیخ و مرشد کی بات بھی نہیں مانی جاسکتی۔ چاہے وہ شیخ

عہ یہ تمام عبارت چونکہ ایک اہل علم کو مخاطب کرکے لکھی گئی ہے اس لئے بعض جگہ الفاظ عام فہم نہیں ہیں بعض جگہ قدرے وضاحت کی ضرورت ہے عربی عبارتیں بھی بغیر ترجمہ کے ہیں اس لئے ہم نے بریکٹوں میں ان ضرورتوں کے مطابق الفاظ بڑھا دیئے ہیں یعنی بریکٹ کے اندر تمام الفاظ ہمارے ہیں۔ (مؤلف)

میرے اور تمہارے دونوں کے شیخ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہی کیوں نہ ہوں! ۔ اس اصول کو بیان کر کے اسے مؤکد و مدلل کرنے کے لئے ایک نظیر بھی پیش فرماتے ہیں کہ دیکھو رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بعد شیخین سیدنا حضرت ابوبکر اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے زیادہ کوئی قابل اطاعت واتباع نہیں ہوسکتا ۔ اور اس بات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ سمجھنے والا بھی کوئی نہیں جن سے برملا ماست حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا تھا کہ " میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما ، کی اقتدا کرنا " ۔

مگر اس کے باوجود جب جمع قرآن کا مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی وفات کے بعد سامنے آیا اور سیدنا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے متفق ہو کر سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہ کام کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے اس وقت تک ان کا متفقہ حکم بھی نہیں مانا جب تک کہ انہیں دلائل شرعیہ سے ان دونوں بزرگوں نے مطمئن نہیں کر دیا ۔ کیونکہ وہ اسے اولاً بدعت سمجھ رہے تھے اور جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے بدعت میں کسی کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے شیخین کی اطاعت واقتدا ، کا حکم بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ بدعت اور اللہ تبارک و تعالےٰ کی معصیت نہ ہو ۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ پس جب آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے اس صریح ارشاد کے بعد بھی شیخین کی اقتدا ، بغیر دلائل شرعیہ کے ایسے معاملے میں نہیں کی جاسکتی جس کے بدعت اور معصیت ہونے کا شبہ کسی صاحب علم کو گزر رہا ہو تو پھر کسی اور شیخ کی ایسی اقتدا ، کا کیا سوال ؟ فرماتے ہیں

پس ملیسا بدست شیخ ہوجانا کہ ماموراد منہی کی کچھ تمیز نہ رہے اہل علم کا کام نہیں ہے۔ اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا ہے تو .... وہ قابل اعتبار کے نہیں ؟

اس قدر صفائی اور تاکید کے ساتھ دلائل شرعیہ یعنی ارشادات خدا و رسول کو غیر شیخ کے قول سے مقدم اور بالاتر رکھے جانے کا مسلک رکھنے والا انسان اگر کسی موقع پر یہ کہتا ہے کہ :

" حق وہی ہے جو اس کی زبان سے نکلتا ہے اور اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے اس کے اتباع پر "

تو کیا اس کے معنی یہ لئے جا سکتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کے برابر کر رہا ہے ؟ کسی دماغ کا کام کرنے سے معذور ہوگیا ہو تو دوسری ہے ورنہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کا یہ ارشاد کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر - میرے بعد، میرے بعد والوں یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی اقتدا کرنا، ایسے قول کی ایک نہایت اطمینان بخش تفسیر ہے کہ ایسے اقوال میں ایک بنیادی شرط الفاظ میں نہ ہوتے ہوئے بھی ملحوظ ہوتی ہے اور وہ ہے دلائل شرعیہ سے موافقت یعنی سیدنا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی اقتدا، اس لئے کہ کہ ان کی رائے اور ان کا عمل انشاء اللہ تعالے ہمیشہ دلائل شرعیہ کے موافق ہی ہوگا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کے دوسرے صریح ارشادات کی روشنی میں اس ارشاد مبارک کا یہ مطلب تو لیا ہی نہیں جا سکتا کہ چاہے سیدنا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی رائے خدانخواستہ دلائل شرعیہ سے منحرف ہی ہو جب بھی ان کی اقتدا کی جائے۔

اسی طرح جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا کوئی دوسرے صاحب علم، بزرگ صاف صاف اور بنہایت شدت کے ساتھ اس مسلک کے داعی اور اس کی حفاظت پر کربستہ نظر آتے ہوں کہ دین و شریعت میں اصل سند اللہ و رسول کا قول ہے، کسی، دوسرے کا قول اسی کی مطابقت کے بعد قابل یا واجب العمل ہوسکتا ہے تو ان کے ایسے ارشادات کا مطلب کہ میری اتباع کرو، اسی میں نجات جانو، سوائے اس کے کچھ بھی نہیں سکتا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں دلیل شرعی کا اطمینان کر کے کہتا ہوں اور اسی لئے اس کی اتباع واجب ہے ہاں کسی نے ان لوگوں کی ہر بات میں کیڑے نکالنے کی قسم ہی کھالی ہو یا دماغ سے بالکل فارغ ہوگیا ہو تو اس کا جو جی چاہے کہتا پھرے۔

الغرض جہاں تک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ قول میں ہمسری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دھونے نظر آنے کا سوال ہے تو وہ اگر زبردستی کے کیڑے نکالنے کی بات نہیں ہے تو دماغ کا خلل ضرور ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ اس قول سے دوسرے حق پرست علماء کی توہین لازم آتی ہے کیوں کہ اس میں کہا گیا ہے کہ "حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے"؟

تو اس اعتراض کو بھی اگر بہت رعایت کی جائے تو کم سے کم، کم فہمی کی پیداوار ضرور کہنا پڑے گا۔ کون سی آفت آجائے گی اگر معترض صاحب اس جملہ کا یہ مطلب نکالنے کے بجائے کہ دوسرے کسی کی زبان سے حق نکلتا ہی نہیں، یہ مطلب لیں کہ جو لوگ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایمان دارانہ یا گروہ بندانہ اختلاف بہت سے مسائل میں کر رہے تھے، اور مسلم ہے کہ کر رہے تھے بلکہ گروہ بندانہ اختلاف والوں نے تو آفت مچا رکھی تھی، وللہ آج تک مچائے ہوئے ہیں۔ ان اختلاف والوں ہی کے مقابلے

میں اور ان ہی مسائل کے سلسلے میں جن میں اختلاف کیا جارہا تھا، اپنے موقف کی صحت کا اطمینان اپنے آمیوں کو دلانے کے لئے یہ بات بعض موقعوں پر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان سے نکلی تھی. کیا آفت آجائے گی اگر ارشد صاحب اسی سیاق وسباق میں اس قول کو دیکھیں اور اسی محدود دائرہ ہی میں اس کا مطلب محدود رکھیں؟

اور اگر کسی کو دین اور اہل دین کے بارہ میں کچھ واقعی معلومات ہوں تو اس کے لئے اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہ ہونا چاہیئے.

مقامِ تجدید دین میں ایک اصطلاح "تجدید" اور مجدد دین کی ہے یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے. ابو داؤد شریف کی مشہور روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا.

ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها.
(باب ما يذكر في قرن المائة)

اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایسے اشخاص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید (نکھار) کریں گے.

ایک دوسری روایت میں جو المدخل للبیہقی کی ہے یوں ارشاد ہوا ہے.

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين.
(مشكوة كتاب العلم بحواله المدخل للبيهقي)

(دیرے لانے ہوئے) اس علم کے ہر اگلی نسل میں سے معتبر ومعتمد لوگ وارث و حامل ہوتے رہیں گے جو غلو پسندوں کی تحریفوں ملحدوں کی دسیسہ کاریوں اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کو مٹاتے رہیں گے

اس بشارت نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قرن اور ہر صدی میں ایک یا ایک سے زائد مجدد دین کی جماعت مبعوث فرمائی۔ جن کو پچھلی چند صدیوں تک کے مصنفین سلسلہ اپنی متعلقہ کتابوں میں تم بنام درج کرتے رہے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت امام شافعی، حضرت امام غزالی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ان میں سے چند مشہور نام ہیں۔ خود ہمارے ملک کی خوش قسمتی سے اسی زمرہ کی ایک ہستی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ یہاں پیدا ہوئے اور نام ہی، "مجدد الف ثانی" پڑ گیا۔ آفاق عالم میں آپ کا شہرہ گونجا اور آپ کے تجدیدی کارنامے کی برکتیں آج تک ہندا و بیرون ہند میں دیکھی جا رہی ہیں۔ آپ کے بعد اس ملک کے اتنے ہی شہرۂ آفاق دوسرے مصلح اور مجدد بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہوئے جن کی اکثر اہم کتابوں کی زبان عربی ہونے کی وجہ سے عالم اسلام کو، نسبتاً زیادہ واقفیت کا موقع حاصل ہوا اور اسلامی تاریخ کی مسلم تجدیدی شخصیتوں میں آپ کا شمار ہے۔

یہ مجددین جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث کے الفاظ ہیں۔ امت کے دینی انحرافات اور گمراہیوں مٹانے، فتنوں کا مقابلہ کرنے، مردہ سنتوں کو زندہ کرنے، بدعقیدگی و بدعملی کی کثافتیں زائل کرنے اور دین کا اصلی چہرہ نکھار کر اعتدال اور ترقیوں کی راہ ہموار کر دینے کے لئے اپنے اپنے زمانے میں مبعوث ہوتے گئے۔ ان کے احوال واقوال پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر سول نے اس حقیقت کا اظہار بھی مختلف الفاظ میں کیا کہ وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے اس مقام پر فائز کئے گئے ہیں اور

ان کے زمانہ میں ہدایت وسعادت اور نجات کا راستہ ان ہی کا راستہ ہے ۔

سیدنا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے اسی مقام کے بعض مکاشفات بعض ارادتمندوں کے تام قلم بند کئے تو کوڑھ مغز، فتنہ پرداز اسے دعوئ پیغمبری بنا کر لے اڑے اور بادشاہ وقت جہانگیر کے سامنے کچھ اور سیاسی الائشیں بھی اس میں ملا کر پوری فتنہ انگیزی کے ساتھ پیش کیا تو کچھ دن جیل جانے کی سنت یوسفیؑ آپ کے حصے میں آئی ۔ اور پھر سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تاریخ نے اپنے آپ کو پورے طور پر اس طرح دہرایا کہ اسی جہانگیر کا سر عقیدت سے جھکا اور جیل خانے کی جگہ شاہی مجلس آپ کے مبارک وجود سے فیض پانے لگی ۔

ہمارے معترضین چونکہ سیدنا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے تجدیدی کام کا خاص تعلق توحید وسنت اور شرک وبدعت سے ہونے کی وجہ سے ان سے کچھ دل میلا رکھتے ہیں اس لئے ہم ان کے ایسے اقوال یہاں پیش نہیں کریں گے ۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بارے میں یہ بات نہیں ہے ۔ لہٰذا ان کے کچھ ارشادات سنئے !

(۱) رأیتنی فی المنام قائم الزمان
اعنی بذالک ان اللہ تعالیٰ
اذا اراد شیئا من نظام الخیر
جعلنی کالجارحۃ ......
(فیوض الحرمین مع سعادت کونین ص۸۹)

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب خیر کے کسی نظام کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے مجھے وہ بمنزلہ آلہ کار بنا لیتا ہے ۔

(۲) قد من الله سبحانه علیّ
و علی اهل زمانی بان منحنی
طریقا من السلوک هی اقرب
الطریق ..... وفهمنی ربی جل
جلال انا جعلناک امام هذه
الطریقه ما وصلناک ذروة
سنامها و سددنا طرق
الوصول الی حقیقة القرب
کلها غیر طریقة واحدة و
هی محبتک والا نقیادلک
فالسماء لیس علی من عاداک
بسماء ولیست الارض علیہ
بارض......
(تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص ۱۳۵)

اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے مجھ پر اور میرے
اہل زمانہ پر یہ احسان فرمایا ہے کہ
مجھے سلوک کا ایک ایسا طریقہ عطا
کیا جو تمام طریقوں میں اقرب ہے
...... اور مجھے میرے رب نے سمجھا
دیا کہ ہم نے تجھ کو اس طریقے کا امام
بنایا اور اس کی بلند ترین چوٹی تک
پہنچایا ہے اور حقیقت قرب تک
پہنچنے کے تمام راستوں کو سوائے
ایک راستے کے بند کر دیا ہے اور وہ
راستہ تیری محبت اور اطاعت کا
راستہ ہے پس اس کے لئے آسمان
آسمان نہیں اور زمین زمین نہیں
جو تجھ سے عداوت رکھے "

حدیث کے الفاظ آپ پڑھ چکے ہیں ان میں " ان اللہ یبعث " کا لفظ ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ مجددین مامور من اللہ ہوتے ہیں اور اس لئے اپنے اس منصب سے آگاہ ہوتے ہیں ان کی بعثت بلاشبہ نبی کی بعثت جیسی تو نہیں ہوتی کہ وہ خود اپنے اس منصب کا اعلان کریں اور دوسروں پر ان کی تصدیق واجب ہو۔ لیکن ایک تکوینی انتظام کے طور پر ہوتا یہی ہے کہ جس زمانی و مکانی دائرے میں یہ حضرات مبعوث ہوتے

ہیں۔ اس زمان و مکان سے تعلق رکھنے والی۔ اس کی سعید روحیں ان کی طرف کھنچتی اور ان کی تجدیدی ہدایت کو آنکھوں سے لگاتی ہیں۔ کیوں کہ انتظام تجدید سے جو مقصود ہے یعنی دین کی تجدید اور فتنوں سے حفاظت، اس کیلئے یہ دوسری بات یعنی انتظام قبولیت بھی ضروری ہے۔ بہر حال ان حضرات کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرح، کوئی اعلان عام تو ضروری نہیں ہوتا، لیکن مامور ہونے کی بنا پر یہ اظہار حقیقت کے حقدار ضرور ہوتے ہیں اور اس لئے جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں انکسار کو ان کی راہ میں حائل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی۔

چنانچہ جہاں ان کا کلام اور ان کی تصنیفات دیکھنے والوں کو ایک طرف انتہائی عجز و انکسار اور فروتنی کی باتیں ملیں گی وہاں کہیں کہیں کم اور بیشتر اپنے مامور من اللہ اور مستحق اقتدار و اتباع ہونے کا اظہار بھی ملے گا لیکن یہ منکرین اور معاندین کے سامنے نہیں ہوتا بلکہ صرف معتقدین کے سامنے ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا مقصد ان لوگوں کے دلوں میں اپنی اقتداء و اتباع پر کامل اطمینان اور شرح صدر پیدا کرنا ہوتا ہے اور اس کے لئے ایک ایسے مقتدا کے حق پر اعتقاد و اعتماد ہو ایسے الفاظ ایک موثر ترین ذریعہ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جو عبارتیں اوپر نقل ہوئیں وہ خدانخواستہ اپنی عظمت و بزرگی جتانے کے لئے نہیں بلکہ اسی قبیل سے ہیں یعنی جو لوگ حسن اعتقاد اور حسن ظن رکھتے ہیں ان کی توجہ اور دلچسپی اپنے تجدیدی کام کی طرف بڑھائی جائے۔ اور انہیں معاونت و مخالفت میں سرگرم کیا جائے۔

یہ بات اگر آپ کی سمجھ میں آگئی ہے اور آپ نے جان لیا کہ مجددین امت کے یہاں ایسے بیانات بھی ملتے ہیں تو الجھن کی کوئی مضائقہ نہیں۔ تو اس کے بعد آپ کسی شخصیت

کے بارے میں یہ تو گفتگو کر سکتے ہیں کہ وہ مجدد ہے یا نہیں لیکن یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہوگی کہ "ایسی باتیں کہنا ایک امتی اور نائب رسول کی حد سے تجاوز ہے": یہ لوگ مبعوث من اللہ اور بمنزلہ آلۂ کار ہونے کے اس کی حفاظت و نگہداشت میں ہوتے ہیں ان کے منہ سے ایسی کوئی بات نکلنے نہیں دیجاتی جو بجائے ہدایت کے ضلالت کا سبب بن جائے۔ یہ وہ بات ہے جو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جیسے صاحب علم اور صاحب مقام نے صراحتہً فرمائی ہے۔ "احیاء علوم الدین" میں فرماتے ہیں۔

وقال بعض العلماء يد الله على افواه الحكماء لاينطقون الا بما هيأ الله لهم من الحق۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۳۵)

اور بعض علماء کا قول ہے کہ حکماء کے منہ پر اللہ تبارک وتعالےٰ کا ہاتھ ہوتا ہے ان کے منہ سے صرف وہ حق ہی نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ ان پر کھولتا ہے۔

یہ حکماء کون ہوتے ہیں؟ وہ برگزیدہ علمائے ربانی جنہیں حدیث میں محدثین کہا گیا ہے۔ چنانچہ اسی بحث میں حضرت امام فرماتے ہیں۔

وكان هذا هو معنى قوله عليه السلام ان فى امتى محدثين وان عمر منهم۔ (ص ۳۱)

اور گویا یہ عین مفہوم ہے قول آں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کا کہ میری امت میں کچھ لوگ محدث ہوں گے اور عمر انہیں میں سے ہیں

اور اس حدیث "محدثین" کی تشریح میں ہمیں اور کہیں بھی جانے کی ضرورت نہیں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں اس سے زیادہ مشہور الفاظ والی

حدیث پاک وہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے ۔

الحق ینطق علی لسان عمر | عمر کی زبان پر حق ہی بولتا ہے ۔

تو یہ جس محدث کے معنے ، جسے عام فہم الفاظ میں ملہم بھی کہا جاتا ہے ، الحدیث پاک ہی سے معلوم ہوگیا کہ یہ "مقام محدثیت" سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر ختم نہیں ہے بلکہ امت میں اور بھی ایسے برگزیدہ افراد ہوتے رہیں گے ، وان من امتی محدثین ، مجددین بھی اس نعمت سے نوازے جاتے ہیں ۔

اب آئیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ارشاد کی طرف کہ ۔

" سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میرے اتباع پر "

جیسا کہ پہلے کہا تھا اس میں " اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں " کا فقرہ خود ان تمام خرافات کی راہ مار دینے والا ہے جو کم فہموں یا عیب جوؤں کے دل میں اس عبارت پر ابل سکتی تھیں لیکن یہی تہا بات نہیں ہے جس موقع پر تذکرۃ الرشید کے مؤلف نے حضرت والا کا یہ قول نقل کیا ہے وہ موقع آپ کے تجدیدی مقام کے بیان ہی کا موقع ہے بیان ہو رہا ہے ۔

" حق تعالےٰ کے چاہیتے رچہیتے پیغمبر محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی برکت سے جن خوش نصیب اور پاک طینت حضرات کو مرتبہ قرب و ولایت کیساتھ نوازا گیا اور سچے ایمان کی حلاوت اور اطمینان کے ساتھ یقین وا ذعان کی روشنی جن کے قلوب میں ڈالی گئی ان میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے

دل فیض منزل کو ایک خاص خصوصیت کے ساتھ یہ اندرونی لذت عطا ہوئی۔ جس کا ثمرہ یہ تھا کہ زمانے کے صاحب نسبت مشائخ اور اہل دل، حجاز طریقت اولیاء اللہ کے آپ سردار تھے عالم کے ہادی اور راہبر نائبین رسول کے گروہ کی سیادت آپ کے حوالے کی گئی تھی" الخ

آگے اسی طرح کی چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں۔

"احتمال خطا اور امکان ذلت کے درجہ میں درجہ میں آپ یقیناً بشر تھے مگر ہادی و راہبر عالم ہونے کی حیثیت سے چونکہ آپ اس بلند مسند پر بٹھائے گئے تھے جو بطلانی پیغمبر کی میراث ہے اس لئے آپ کی قدم قدم پر حق تعالیٰ کی جانب سے نگرانی و نگہبانی ہوتی تھی آپ اولیاء اللہ کے اس اعلیٰ طبقہ میں رکن اعظم بن کر داخل ہوئے تھے جن کے اقوال و افعال، اور قلب و جوارح کی ہر زمانہ میں حفاظت کی گئی ہے اور جن کی زبان اور اعضاء بدن کو تائید و توفیق خداوندی نے مخلوق کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنی تربیت و کفالت میں لے رکھا ہے آپ نے کئی مرتبہ یہ الفاظ بحیثیت تبلیغ اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے "سن لو حق وہی ہے :.......... الخ

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷)

یہ اپنے زمانے کی پیشوائی اور مقام تجدید کا ہی بیان ہے یا کچھ اور؟ اس کے آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو مولانا رشید احمد صاحب کا یہ مقام تسلیم نہیں۔ لیکن اس مقام تجدید کے بارے میں اوپر جو حقائق مستند حوالوں سے گوش گزار کر دیئے گئے ہیں ان کے بعد یہ کہنے کی کوئی گنجائش کسی کے لئے نہیں رہتی کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کا یہ قول نیابت رسول کی حد سے تجاوز اور دوسرے تمام پیشوایان اسلام کی ، توہین ہے ۔ لیکن جاہلوں کو خبر تو ہو کہ مقام تجدید بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور کیا ہوتی ہے ؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ارشاد کی وضاحت میں ہم نے یہاں تک جو کچھ عرض کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ممدوح کو یقین تھا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں ، کتاب وسنت کی روشنی میں اور دلائل شرعیہ کی بنیاد پر کہتا ہوں اس لئے وہ حق ہے اور ہدایت ونجات اس کے اتباع پر موقوف ہے ۔ اور اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے جن ، بندوں کو تجدید دین واصلاح امت کے اس مقام پر فائز فرماتا ہے ان کا یہی حال ہوتا ہے ان کا دل اس یقین سے بھر دیا جاتا ہے کہ ان کا راستہ حق وہدایت کا راستہ ہے ۔

ہماری ان معروضات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے اس ارشاد اور تقویۃ الایمان کی اُس عبارت میں کوئی ٹکراؤ نہیں جس کو ارشد صاحب نے اسی سلسلہ میں "زلزلہ" کے صہ؟ پر نقل کیا ہے اس میں تو حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس بات کو شرک قرار دیا ہے کہ اللہ کی طرح کسی کو حکم دینے اور راہ ورسم مقرر کرنے کا حق دار سمجھا جائے اور اس کے کلام ہی کو اپنی سند سمجھا جائے ۔ یہ بات اور زیادہ صاف ہو کر سامنے آجاتی ہے ۔ اگر یہ ارشد صاحب اس موقع کی تقویۃ الایمان کی پوری عبارت دیانت داری کے ساتھ نقل کر دیتے مگر یہ کیوں کر ہوتا ؛ دھوکہ دہی اور بددیانتی پر ان لوگوں کا سدا کاروبار چل رہا ہے ۔

ناظرین کرام التقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔ حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

" یہی اصل دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلیے اور کسی کا حکم اس کے مقابل ہرگز

زمانے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسول کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ پھر جو کوئی یہ معاملہ مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔" (تقویۃ الایمان صفحہ ۹۰،۴۹)

یہ ہے تقویۃ الایمان کی اصل عبارت، اس میں صراحتہ یہ بات کہی گئی ہے کہ اصل دین یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر چلا جائے اور اس کے مقابلے میں کسی کا حکم نہ مانا جائے لیکن بہت سے لوگ اس کے برخلاف اپنے پیروں کی رسول کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں، اسی طرز عمل کو حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے شرک قرار دیا ہے اور بلاشبہ یہی ہے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالے علیہ اور پوری جماعت دیوبند کا مسلک و موقف ہے اور کیا کوئی شخص ایمان کے دعوے کے ساتھ اس سے اختلاف کر سکتا ہے؟

بہرحال تقویۃ الایمان کی پوری عبارت سامنے آجانے کے بعد کسی کو اس کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس میں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے زیر بحث ارشاد میں کوئی ٹکراؤ ہے۔

(۴)

ارشد القادری صاحب نے "ارواح ثلثہ" (مجموعہ روایات امیر شاہ خاں صاحب) کی ایک روایت درج کی ہے جس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ چھڑا ہوا تھا تو اس موقع

پر آپ نے فرمایا۔

"تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔"

اسی طرح فرمایا کہ۔

"اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ کے پوچھے نہیں کی۔ یہ کہہ کر اور جوش ہوا اور فرمایا کہ عرض کیا گیا فرمائیے، مگر خاموش ہوگئے، لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا بس رہنے دو۔"

اس پر علامہ ارشد صاحب فرماتے ہیں۔

"یعنی معاذ اللہ اب خدا کا چہرہ دل میں تھا"۔ (زلزلہ ص۳۵)

کس قدر جاہلانہ بات ہے! گمراہی جاہل مطلق نہ ہو تو اس میں "معاذ اللہ" کی کیا بات ہے؟ کیا معاذ اللہ! معاذ اللہ! خدا کا چہرہ اس آدمی کے نزدیک شیطان کا چہرہ ہے جسے مومن کے دل میں نہیں ہونا چاہئے؟ یا لفظ چہرہ پر، جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں اسے یہاں محذوف نظر آیا ہے، اعتراض ہے، اسے خبر نہیں قرآن میں کتنی ہی جگہ وجہ اللہ، وجہ اللہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی چہرہ ہی ہیں۔

اس کے آگے اور شان علم دیکھئے، ارشد ہوا ہے۔

"یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضور کا نور نہیں ہے بلکہ حضور ہی مراد ہیں۔ کیوں کہ نور ایک جوہر لطیف کا نام ہے اس کے ساتھ ہم کلام ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں"۔

اگر آپ نے "زلزلہ" کا مطالعہ کیا ہے تو اس میں جابجا استبعاد اور تعجب کے اظہار کیلئے

لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہوگا ذرا ایک بار یہاں بھی پڑھ دیجئے۔ کیوں کہ ایسی مُرفرفات ، آپ نے کم ہی سنی ہوگی : "خدا ایک جوہر لطیف ہے کا نام ہے اس کے ساتھ ہم کلام ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں"۔

اس کو جہالت سمجھا جائے یا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور جماعت علمائے دیوبند پر اعتراض کا جنون کہ یہ مسلّم حقیقت بھی یہاں علامہ راشد صاحب کی نظروں سے اوجھل ہوگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو مجرد نور ہے مادیت کا سایہ بھی اس کے پاس نہیں۔ اس نور ہی نے حضرت سیدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو ہم کلامی کا شرف حاصل رہا ہے۔ ہاں اگر اس کا انکار کیجئے تو یہ بات بھی کچھ بامعنی ہو سکتی ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے نور سے ہم کلامی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بغیر تو یہ سراسر حماقت اور احمقانہ بات ہے۔ ویسے آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے بارے میں یہی بے معنی۔ عقیدہ رکھتے ہوں اور اس نور سے ہم کلامی۔ دل کی آبادی آپ کے یہاں کسی کا نصیب نہ ہو تو یہ محرومی آپ کو مبارک۔ ہمارا تو عقیدہ بھی یہی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی دین سے کم بیش حال بھی یہی ہے۔ ع "دل مسلم مقام مصطفےٰ است"

جہالت کے اس شاہکار کو دیکھ کر بہت سوں کو خیال ہوگا کہ ایسے فاضل بے بدل کی خرافات پر کیوں ہم اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مگر اس کا کیا کیجئے کہ شیطانی تعلیمات سے نپٹنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کو پیغمبر دل جیسی بیش قیمت ہستیاں اتارنا پڑیں اور دجال کی سراپا شعبدہ بازیوں کا توڑ کرنے کے لئے بھی امام مہدی اور سیدنا حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول طے ہے۔ ان ہستیوں کے مقابلہ میں ہم کیا اور ہماری قیمت کیا ؛

خیر! جیسا کہ اوپر کی مختصر گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ دن رات عشق نبوی کے دعوے کرنے کے باوجود عاشقانِ صادق کے اس حال سے محروم ہیں کہ ؂

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار . جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی .

اس لئے یہ اس حال اور مقام کی تاثیر سے بھی آشنا نہیں ہیں . یہ جانتے ہی نہیں کہ جس وجود کے آئینہ دل کا حال یہ ہو گا کہ وہاں مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم ہو وہ وجود اگرچہ " نزدیکاں رابیش بود حیرانی " کے مصداق سے اپنے آپ کو سراپا تقصیر دیکھتا ہو گا ، مگر بشریت کے درجہ میں سب کچھ ممکن ہوتے ہوئے واقعہ میں اس سے کسی ایسی بات کا صدور بعید ہو گا جسے شرعی زبان میں منکر اور معصیت کہا جائے .

اسی ناآشنائی کی بدولت یہ احمد صاحب ایک فردِ جرم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر یہ عائد کرتے ہیں کہ ایک مدت تک حضور سے بوچھے بغیر کچھ نہ کرنے کی بات کہہ کر

" اپنے جسم وجوارح اور زبان وقلم کی ساری تقصیرات کو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے کیوں کہ یہ دعویٰ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ان ایام میں ان سے کوئی خلاف شرع کام صادر نہیں ہوا "

ہم نے جو بات اوپر عرض کی اسے زیادہ عام فہم پیرائے میں یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس شخص کو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم سے ایسا رابطہ خاطر نصیب ہو جائے کہ ہر وقت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی معیت کا احساس ہوتا ہو تو کیسے ممکن ہے کہ وہ کوئی غلط کام اور غلط بات کر گزرے !

صحبت کی تاثیر ہی اہل ایمان کے لئے یہ تھی کہ وہ اس صحبت کے لمحات میں خود کو اللہ تبارک وتعالےٰ کے سامنے محسوس کرتے تھے اور عبدیت کی عجیب وغریب کیفیت سے

سرفراز رہتے تھے کتنے ہی اصحاب کرام کا بیان اس پر شاہد ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہم یہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ مدعیان عشق رسول اور دعوای داران طریقت درحقیقت ان کوچوں کی دولتوں سے محرومی کے علاوہ ان کے ادراک و تصور سے بھی لیس درجہ عاری اور نابلد ہیں۔

(۵)

اکابر دیوبند کی سیاسی تاریخ

یہ پانچویں بحث۔ جو بزرگان دیوبند کی سیاسی تاریخ سے متعلق ہے۔ میرے محترم بھائی مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی کے قلم سے ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں ارشد صاحب کے اٹھائے ہوئے سوالات پر کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے ان سے رجوع کیا تھا۔ اور یہی چیز ان کے اس کتاب میں شریک ہونے کی تقریب بن گئی۔ ارشد صاحب کی کتاب دیکھی اور پھر میرے جواب کا مسودہ۔ یہ سب دیکھ کر کہا میاں! ارشد صاحب نے یہ سب لایعنی طومار باندھا ہے تم نے ناحق اس قدر علمی بحث کی زحمت اٹھائی خاص کر یہ سیاسی تاریخ والے سوالات تو ہرگز کسی خالص علمی بحث کے قابل نہیں ہیں۔ لاؤ یہ مجھی کو دیدو! تو ان کا جواب جیسا ہونا چاہیئے وہ میں ہی لکھ دوں۔ میرے لئے یہ بہت ہی خوشی کی بات تھی چنانچہ انہی کے حوالے کر دیا۔ پھر ان کا لکھا ہوا جواب جو دیکھا تو بڑی حسرت ہوئی کہ کاش یہ پوری کتاب انہی کے قلم سے ہوتی۔ میں نے کبھی ان میں ان بحثوں سے دلچسپی نہیں دیکھی تھی، اس لئے یہ خیال ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس کتاب میں دلچسپی لینے پر

آمادہ ہو جائیں گے۔ بہرحال پوری کتاب ان کے قلم سے ہونے کا تو موقع نکل گیا۔ لیکن بعض حصے میں بھی ان کا قلم لگ گیا ہے وہ میرے لئے بڑی خوشی کا باعث ہے اسے میں ان کے نام کے اظہار کے ساتھ ہی کتاب میں درج کرنا زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں "۔

(عارف)

لگے ہاتھوں مولانا ارشد القادری نے جماعت دیو بند کے مذہبی عمول کی "دو غلی" ثابت کرتے کرتے "لگے ہاتھوں" دیو خود ارشد صاحب کے الفاظ میں، ان کی سیاسی تاریخ بھی بگاڑنے اور دشمنان اسلام سے ان کے جانبازانہ جہاد و پیکار اور مسلسل معرکہ آرائی کی وہ تاریخ بھی مسخ فرمانے کی کوشش کی ہے جو کم از کم برصغیر ہند و پاک میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور بیرونی دنیا کے اہل علم و خبر میں بھی ایک محترم و مسلم حقیقت کا درجہ رکھتی ہے ؎

پتا پتا، بوٹا بوٹا، حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

مولانا صاحب خوش ہیں کہ انہوں نے بقول خود "لگے ہاتھوں" دیوبندیوں کو ایک ایسا کاری زخم لگا دیا اور وہ تملاتے رہ گئے ہوں گے کہ ؏

کھاؤں کدھر کی چوٹ بچاؤں کدھر کی چوٹ!

مگر ہمیں بھی کچھ کم خوشی نہیں ہے کہ انہوں نے "لگے ہاتھوں" والا وار کرکے لوگوں کو یہ بات منوانی حد سے زیادہ آسان کر دی کہ موصوف اس کتاب "زلزلہ" کی تصنیف کے وقت بدترین افترا پردازی اور ہرزہ درائی کرکے رہنے کی قسم کھا کے بیٹھے تھے۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ حق و صداقت کا جتنا خون وہ اس کتاب کے صفحات میں کر سکتے ہیں

اس میں کسر نہ چھوڑیں گے۔ ہر دجل، ہر فریب، ہر قطع و برید، اور ہر وہ غلط بیانی کام میں لائیں گے جس سے ان کے عوام فریب مذہبی کاروبار میں روڑہ بننے اور حقیقت دین وایمان بتانے والی جماعت دیوبند پر جتنی خاک بھولے عوام کی نظر میں اُڑ سکتی ہو اُڑ جائے۔ بلا سے پڑھے لکھوں میں ہنسی ہی اُڑا کرے۔

مولانا صاحب اس "گھما تسلسل" والے دار میں حضرت مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے ایک خادم دیوانجی کا ایک مکاشفہ سوانح قاسمی کے حوالے سے درج فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔

مجھے اس مقام پر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ جو لوگ اپنا عیب چھپانے کے لئے دوسروں پر انگریزوں کی کاسہ لیسی اور ساز باز کا الزام عائد کرتے ہیں وہ گریبان میں منہ ڈال کر ذرا اپنے گھر کا یہ کشف نامہ ملاحظہ فرمالیں " (صفحہ ۹۳)

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

اور بات کشف ہی تک محدود نہیں، تاریخی دستاویزات بھی اس امر واقعہ کی تائید میں ہیں کہ انگریزوں کے ساتھ نیاز مندانہ تعلقات اور رازدارانہ ساز باز دارالعلوم دیوبند اور منتظمین و عمائدین کا ایسا کارنامہ ہے جسے انہوں نے فخر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (ایضاً)

اور پھر نمونے کے طور پر "چند تاریخی حوالے" بھی سپرد قلم کر دیئے ہیں۔

پہلا تاریخی حوالہ ان تاریخی حوالوں میں پہلا تو دارالعلوم دیوبند کے معائنہ کے لئے آنے والے ایک انگریز کی تحریر معائنہ کا اقتباس ہے

جھ سب سے پہلے نمبر پہ دے کر مولوی صاحب لے کے

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

کا مصرعہ بڑے ذائقے کے ساتھ چسپاں فرمایا ہے کیوں کہ اس اقتباس میں ایک جملہ ان کو نظر پڑا کہ :

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے" (۹۲)

مولوی صاحب کو اطمینان ہے کہ ان کے حلقے میں کوئی ایسا پڑھا لکھا اور اپنے ذہن سے سوچنے والا آدمی نہیں پایا جاتا جو یوں سوچے کہ یہ انگریز مدرسہ دیکھنے اور اہل مدرسہ سے ملنے آیا تھا نہ کہ لڑنے ۔ یہ کوئی انسپکٹر آف اسکولز بھی نہیں تھا جس کے حلقہ میں دیوبند کا مدرسہ آتا ہو ۔ اور مدرسہ کو اچھا برا جو جی میں آئے لکھ جاتے اور ایسے معائنہ لکھنے والے اپنے نقطہ نظر سے تعریف ، اور ضرورت ہو تو تالیف و تقریب کی ہی بات لکھا کرتے ہیں ، چاہے اندر سے کچھ بھی خیال ہو ۔ اس لئے یہ گواہی "لاکھ پہ بھاری" تو کیا ہوتی سرے سے گواہی کہلانے کی بھی نہیں ہے ۔ بلکہ غور کیا جائے تو ، اس سے بالکل الٹی گواہی نکل رہی ہے کیوں کہ اس انگریز کو یہ فقرہ لکھنے کی ، جسے علامہ ارشد القادری صاحب نے سر پہ رکھ کے رقص فرمایا ہے ، ضرورت ہی کیا پیش آئی تھی اگر یہ مدرسہ واقعہ میں موافق سرکار ہوتا ؛ یا کم از کم یہ بات مسلمہ سی نہ ہوتی کہ انگریز سرکار اسے اپنے خلاف سمجھتی ہے ؛ ایک مدرسہ جو حکومت وقت کا ممد و معاون ہو اس کے معائنے میں "لیفٹیننٹ گورنر کا ایک خفیہ معتمد انگریز" بطور تعریف یہ لکھے کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں ہے ؛ اتنا بڑا احمق انگریز گورنر کا معتمد خاص نہیں ہو سکتا یہ تو کسی معاون و وفادار ادارے کی تحسین و تعریف کی کوئی پسندیدہ صورت نہیں ہے

بلکہ اس کے لئے ایک شکایت پیدا کرنے کی صورت ہے کہ اسے خلاف سرکار سمجھ جانے کا بھی کوئی امکان مانا گیا جو فائندہ سرکار ایسے خیال کو دفع کرنے اور ہمیں مطمئن کرنے کی ضرورت سمجھ رہا ہے کہ سرکار ہمارے ادارے کو اپنے خلاف نہیں سمجھتی۔ اس لئے کبھی نہیں سنا گیا ہو گا کہ کسی سرکار نے کسی کو وفاداری کا سرٹیفکیٹ دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہو کہ یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔

الغرض مولانا قادری صاحب کو اپنے حلقے میں اس طرح سوچ سکنے والے آدمیوں کے نہ ہونے کا کامل اطمینان ہے اور وہ مردوں کے تاثرات سے یہ لوگ سروکار نہیں رکھتے ورنہ ان کے از خود سوچنے اور سمجھنے کی بات بجز کوئی بھی آزاد ذہن کا اور سمجھدار آدمی ان کی اس تاریخ سازی کو پڑھے گا تو بجز اس کے کچھ نہیں کہے گا کہ قبلۂ محترم! یہ گواہی انگریز حکومت سے دارالعلوم دیوبند کی وفاداری کی نہ ہوئی بلکہ الٹی اس بات کی ہوئی کہ یہ دارالعلوم حقیقت میں خلافِ سرکار تھا۔

لیکن الحمدللہ! کہ دارالعلوم دیوبند جس ادارہ کا نام ہے اسے کسی ایسی گواہی کی ضرورت نہیں۔ اس کی پوری صد سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق اپنے کردار کا بہترین گواہ اور ہر خارجی گواہی سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ ورنہ اسی واقعہ کے اندر ایک اور گواہی یہ دکھائی جا سکتی ہے کہ علامہ ارشد القادری صاحب کو اس "تاریخی دستاویز" میں یہ کہیں نہیں ملا کہ "لاٹ صاحب بہادر" کے اس معتمد کی پذیرائی میں وہ وفادارانہ اور نیاز مندانہ انداز بھی کہیں برتا گیا ہو جس کے متعلق وہ "تحریکی دستاویزوں" سے ایک امرِ واقعہ ثابت ہونے کا دعوے رکھتے ہیں۔ ورنہ اصل دستاویز تو وہی ہوتی جس پر مولانا "سچی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری" کا مصرعہ چست فرماتے!

مگر جیسا کہ ہم نے کہا ایسی گواہیوں کی ضرورت اسے ہے جس کا اپنا ثبت کردار کچھ کم روشن ہو۔

مولانا صاحب کو شاید معلوم نہ ہو کہ دارالعلوم دیوبند کو رام کرنے کے لئے گورنر صاحبان کے صرف معتمد نمائندے ہی نہیں آئے بلکہ بعض دفعہ گورنر صاحب نے بھی تکلیف فرمائی۔ لیکن اس پتھر میں جونک نہ ان سے لگی نہ ان سے لگی۔ البتہ ایسے مواقع سے یہ فائدہ ضرور اٹھایا گیا کہ دشمن اگر خود کو دھوکہ میں ڈالنے کا موقع دے رہا ہے تو اسے دھوکے میں رکھنے کا ہی رویہ اختیار کیا جائے۔

دوسرا تہلکہ خیز حوالہ

دوسرے نمبر پر "سوانح قاسمی" کے حاشیے موجودہ مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے بیان کے دو ٹکڑے درج کئے گئے ہیں۔

(۱) "مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت، ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی"

(۲) "گورنمنٹ کی طرف سے ایک انکوائری کے تذکرہ میں)

"اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف سے صفائی پیش کی جو کارگر ہوتی" (ص۹۵)

ہم نے کہا تھا کہ مولانا ارشد القادری صاحب اپنی اس کتاب کے لئے قلم اٹھاتے وقت یہ قسم کھا کے بیٹھے تھے کہ حق و صداقت اور دیانت کا جتنا خون وہ ان صفحات میں کر سکتے ہیں کر کے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

کا ایک ہنگامہ خیز بیان تصنیف کرنے کے لئے انہوں نے نواب کا کام خود ہی ٹوٹ کر کیا ہے۔

"سوانح قاسمی کے مصنف حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس بحث پر دارالعلوم کے روحِ رواں کی حیثیت سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام شروع کے دور میں جو نمایاں نہیں ہوا تو اس کی وجہ سیاسی مصلحت تھی یا کچھ اور؟

حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم حاشیہ میں یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اور جو کچھ بھی اس کی وجہ رہی ہو وقت کی سیاسی مصلحت بھی ضرور اس کی ایک وجہ بظاہر تھی۔ یہ حاشیہ کتاب کے صفحہ ۲۴۶ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۴۷ تک گیا ہے یعنی ایک صفحے سے زیادہ کا تھا۔ اس کی وہ چند سطریں یہاں پڑھ لینے کی ضرورت ہے جن میں قاری صاحب کی اصل مقصدی گفتگو درج ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اس وقت کے نازک حالات، حضرت والا کا وارنٹ، روپوشی، سرکاری دوشمنوں کا پیچھے پیچھے لگا رہنا، پھر حضرت والا کے ان جذبات و نظریات کا ماضی سے زیادہ مستقبل کیلئے ہونا جو اس وقت اجراء مدرسہ کی روح اور آج ایک مستقل مکتب خیال اور ملت کی تاریخ بنے ہوئے ہیں جبکہ یہ مدرسہ تعلیمی ہونے کیساتھ ساتھ عموماً اہل اللہ کی سیاست کا ایک مرکز بھی تھا کچھ ایسی باتیں نہ تھیں جو کلیتہً پردۂ خفا میں تھیں یا کم از کم بحیثیت مجموعی حکومت وقت کی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہوں ایسی صورت میں حضرت والا کا بحیثیت بانی یا بحیثیت کسی ذمہ دار عہدیدار کے، سامنے آنا بلاشبہ مدرسہ کو خطرات و مہالک کا شکار بنا سکتا تھا

اور ابندا ہی سے حکومت وقت کی نگاہیں اس پر کڑی ہو جاتیں جس سے وہ حریت پرور مقاصد بروئے کار نہ آ سکتے تھے جن کے لئے یہ تاسیس عمل میں آئی تھی۔ ان حالات میں حضرت والا کا کسی رسمی ذمہ داری کی صورت میں سامنے نہ آنا اور سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ بھی نہ ہونے کو نمایاں رکھنا ایک اچھی خاصی سیاسی مصلحت کی صورت ہو جاتی ہے"۔

(سوانح قاسمی حاشیہ ص۲۲۸)

اس کے آگے بحث کے اس نکتہ پر کلام کرتے ہوئے کہ اگر ایسا تھا تو عام ممبران یا ممتحنین کی فہرست میں بھی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام کیوں لایا، قاضی صاحب مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اتنی بات سے کسی عہدے دارانہ ذمہ داری کی صورت نہیں ظاہر ہوئی۔ علاوہ ازیں اس فہرست میں ایسے حضرات کی اکثریت تھی۔

جو تارک الدنیا اور سبکدوش بزرگ تھے جنہیں سیاست سے تو کجائے خود، عام شہری معاملات سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہ تھا اور یا ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پینشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی"۔ (صہ ۲۲۴، ۲۲۶)

بعد ازاں لکھتے ہیں۔

اس پر بھی مخالفین مدرسہ نے حضرت ہی کے تعلق کو بنیاد قرار دے کر مدرسہ کو حکومت وقت کی نگاہوں میں مشتبہ کر دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حتیٰ کہ گورنمنٹ کو تحقیقات کرانی پڑی۔ اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی صفائی پیش

کی جو کارگر ہوتی ۔ ورنہ اگر شخصی طور پر عہدیدارانہ ذمہ داریوں کے ساتھ حضرت والا آگے ہوئے ہوتے تو ظاہر ہے کہ مدرسہ کی طرف سے ان بزرگوں کی صفائی اور یقین دہانی کارگر نہ ہو سکتی تھی : (ص۲۴۰)

یہ ہے حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ کے اس بیان کی اصلی صورت جسے ایک تہلکہ خیز دستاویز" بنانے کے لئے حضرت مولانا ارشد القادری صاحب نے اس میں سے صرف وہ فقرے لے کر اپنی کتاب میں درج کر دیئے ہیں جن پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے ۔ مگر کیا کوئی صاحب آدمیوں کی دنیا میں ایسے ہیں جو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ کے بیان کی یہ اصل صورت دیکھنے کے بعد بھی ، اس بیان کی رو سے دارالعلوم دیو بند اور اس کے اصل ذمہ داروں کو انگریزوں سے نیازمندانہ اور ساز بازانہ تعلقات رکھنے کا مرتکب کہنے کی ہمت فرما سکیں ۔

ہم کن الفاظ میں اپنی اس تکلیف کا اظہار کریں کہ جناب قادری صاحب نے محض گروہ بندانہ بغض و عناد میں خدا ناترسی کا یہ ریکارڈ قائم کر کے لوگوں کو یہ کہنے کا موقع دیا ہے کہ یہ عبا و قبا اور جبہ و دستار والے پیشوایان ملت و مذہب بھی کس گھٹیا درجہ تک کرتبی ہو سکتے ہیں ! ہم کہہ چکے ہیں کہ دارالعلوم دیو بند اور جماعتِ دیو بند کا معاملہ انگریزوں کے سلسلے میں ایسا نہیں ہے کہ جس پر کوئی مٹی غبار اڑانے میں کامیاب ہو سکے ۔ یہ چاند پر تھوکنا اور سورج پر خاک اڑانا ہے جس کا نتیجہ ازل سے ایک ہی رہا ہے ۔ ایک پوری تاریخ کو جو ہزاروں افراد کے جہاد و پیکار ، قید و بند مصائب و آلام اور جہدِ مسلسل کے واقعات سے بنی اور اس ملک کے چپہ چپہ پر ہی نہیں اس سے باہر بھی خون اور پسینے کی روشنائی سے لکھی گئی اور ۱۹۴۷ء تک تسلسل کے

ساتھ لوگوں کی نظروں سے گزری۔ ایسی تاریخ کو ایک ارشد القادری نہیں ہزار، دس ہزار قادری بھی چاہیں تو اسے چھپا دینے یا مسخ کر دینے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ اس سے بھی آگے سن لیجئے۔

کہ اگر خود دیوبند والوں کی کسی کتاب میں بھی اس تاریخ کی عام شہرت کیخلاف کچھ لکھا ہوا ہے تو اس کی مدد سے کر بھی اس برحق شہرت کا تختہ الٹ پلٹ ڈالنے کی کوشش ایک دیوانگی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ ارباب جہاد و پیکار کی تاریخ میں ایسے نازک وقت بھی آتے ہیں کہ دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے اصلی کردار کو چھپانا پڑتا ہے اور صاف گفتاری کے بجائے مصلحت کی زبان اور قلم سے کام لینے کا تلخ گھونٹ پینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسے ارشد القادری صاحب جیسے لوگ نہیں سمجھ سکتے جن کے کنبے، قبیلے میں بھی کسی نے ان خاردار وادیوں کی سیر نہیں کی۔ لیکن اس راہ کے تمام رہروؤں کی تاریخ میں ایسے اوراق کہیں نہ کہیں ضرور ملتے ہیں۔ ایسا ہی وہ ایک وقت تھا جب ۱۸۵۷ء کے جہاد کا پانسہ انگریزوں کے حق میں پلٹ جانے کے بعد، دیوبند کے بزرگوں نے دارالعلوم کے نام سے ایک نئے محاذ کی بنا ڈالی تو اس کے روح رواں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے آپ کو پیچھے رکھ کر ایسے لوگوں کو سامنے رکھا جن پر انگریز حکومت کو شک و شبہ کی نظر ڈالنی مشکل ہوئی۔ اسی طرح جب اسی تحریک کے سلسلہ میں کچھ آگے چل کر بعض لوگوں نے ان بزرگوں

لہ ان حضرات کے لئے جو الفاظ حکیم الامت حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم نے لکھے ہیں۔ اور قادری صاحب نے نقل کئے ہیں وہ صرف یہی ہیں کہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں سے کسی کے حالات سپردِ قلم کئے تو اس وقت بھی ان کے قائم کئے ہوئے ادارہ دل اور نئے ڈھنگ کے تعلیمی سلسلوں سے گورنمنٹ کی نظر ہٹائے رکھنے کے لئے مصلحت یہی تھی کہ ان کے جہاد و پیکار کے حالات انگریزوں کے خلاف ان کے سخت جذبات دھیمے اور ذومعنی الفاظ میں لکھے جائیں اور اس بات کو ان کتابوں کا ہر پڑھنے والا بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ اسی لئے آج

---

* گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ ان الفاظ سے * انگریزوں کے ساتھ نیازمندانہ تعلقات اور رازدارانہ ساز باز" کی بو کسی ایسے ہی شخص کو آ سکتی ہے جس کے فساد نیت نے اس کے تمام حاسوں میں نہایت بودار فساد پیدا کر دیا ہو کیوں کہ یہ جس وقت کی بات ہے یعنی اس ۱۸۵۷ء کے کچھ ہی بعد کی جس میں فتح یاب ہو کر انگریزوں نے سارے ملک میں مسلمانوں پر وہ قیامت توڑی تھی کہ رگ رگ سے خون بہتا تھا، ہر طرف پھانسیوں کی گرم بازاری، تھی، اندھا دھند ہنگامہ دار وگیر بپا تھا۔ گلی کوچوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور ہر مسلمان کے دل سے خون میں ڈوبی ہوئی آہیں مدتوں تک نکلتی رہی تھیں۔ ایسے میں کون بدنصیب مسلمان ہوگا جو ان ظالموں سے "رازدارانہ ساز باز اور نیازمندانہ تعلقات" رکھنے کا روادار ہو۔ اور پھر وہ بھی وہ لوگ جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ جیسے مجاہدین ۱۸۵۷ء کے گرد جمع ہونے کا حوصلہ رکھتے ہوں یہ یہ وقت تو ایسا تھا کہ سرسید جیسا آدمی بھی جس نے مسلمانوں کو انگریزوں سے وفاداری کی عمر بھر تلقین کی "اسباب بغاوت ہند" لکھ کر ان ظالموں کے خلاف چیخ پڑنے پر مجبور ہوا اس لئے ہم تو اس زمانہ میں مسلمانوں کے اندر کسی نیازمند سرکار کا تصور بھی نہیں

ہم کسی کو یہ خبط لاحق نہیں ہوا کہ ایسی مبلد توں کی بنیاد پر اصل حقیقی اور سچی جاگتی تاریخ کے منہ آئے۔

تیسری یورش

یہیں تک جو کچھ عرض کر دیا گیا اس کے بعد ضرورت تو نہیں رہ جاتی کہ "گھے ہاتھوں" والے وار میں مولانا صاحب نے تیغ آزمائی کے داد

کر سکتے۔ ہاں مولانا ارشد صاحب کے اوپر والوں میں ایسے لوگ اس وقت بھی پائے گئے ہوں تو ان کا اسے بعید نہ سمجھنا ٹھیک ہے۔ جناب ارشد القادری صاحب میں اگر کچھ ہوش، گوش ابھی باقی رہ گیا ہو تو ہم انہیں پیر دانا حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی نصیحت یاد دلائیں گے کہ ہر جگہ گھوڑا دوڑانے کی نہیں ہوتی ہے

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ۔ کہ جاہا سپر باید انداختن

وہ کہاں اس تاریخ جہاد و پیکار کی باتوں میں اپنی ہنسی اڑوانے داخل ہو گئے ان کے لئے مذہبی فتنہ انگیزی، اور گندم نمائی جو فروشی کا میدان ہی بہت ہے محبت رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے دعوے کر کے سچے محبتوں کے خلاف لوگوں کو ورغلایا کریں۔ نذر و نیاز اور عرس و میلاد کے حق میں نکتے تراش تراش کر عوام کو دام فریب میں پھنسایا کریں۔ ان موضوعات پر کتابیں لکھیں جن پر عام پڑھے لکھے خود کوئی رائے قائم کرنے کی معلومات نہیں رکھتے۔

لیکن ان تاریخی باتوں میں قلم فرسائی تو اہل علم و دین ہی میں نہیں ان عام پڑھے لکھوں میں بھی ان کا مضحکہ بنوا دے گی۔ ع

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں۔

جتنے جوہر دکھائے ہیں ان پر بھی الگ سے کچھ کہا جائے مگر مختصر مختصر کچھ کہہ جانے میں مضائقہ بھی نہیں۔ لہٰذا اور سنیئے !

اسی سوانح قاسمی میں جس کے ایک حاشیہ پر اوپر کی گفتگو ہوئی، ایک واقعہ صاحب سوانح حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کے مقام ولایت کے تذکرہ میں اس بات کی مثال کے طور پر درج ہوا ہے کہ اگرچہ آپ اپنے مرتبہ کو بے حد چھپانے کا مزاج رکھتے تھے اور خاص کر باطنی قوت کا استعمال کبھی اپنی یا اپنے اہل خانہ و اقارب کی ضرورتوں میں بھی نہیں کرتے تھے مگر کبھی کسی بیچارہ غریب کا کام آپڑے تو پھر آپ کا حال دوسرا ہوتا تھا اور اس قوت کے استعمال میں کوئی تکلف نہ فرماتے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ۔

ایک دفعہ دیوبند سے نانوتہ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کا خاص حجام راہ میں آتا ہوا ملا، جو آپ ہی کے پاس جا رہا تھا اس نے ضرورت عرض کی کہ

تھانہ دار نانوتہ نے ایک عورت کے بھگانے کا جرم مجھ پر لگا کر چالان کا حکم دیا ہے، میں بالکل بے خطا ہوں خدا کے واسطے مجھے بچائیے" اس کے بعد راوی کا بیان ہے کہ آپ نے نانوتہ پہنچ کر مسجد میں بیٹھتے ہی "مجھ سے فرمایا کہ منشی محمد یسین کو بلاؤ" جو آپ کے خاص کارپرداز تھے ان منشی محمد یسین صاحب کے آتے ہی۔

عجب شان جلالی سے فرمایا کہ اس غریب حجام کو تھانہ دار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہہ دو کہ یہ حجام، بھلا آدمی ہے اس کو چھوڑ دو، ورنہ تم بھی نہ بچوگے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالوگے تو تمہارے ہاتھ میں ہتھکڑی پڑے گی"

منشی محمد یسین صاحب تھانہ دار کے پاس پہنچے اور حضرت کا ارشاد سنایا جس پر اس نے

گھبرا کر کہا۔ "اب کیا ہو سکتا ہے روزنامچہ میں اس کا نام لکھ دیا گیا ہے"

یہ بات حضرت تک پہنچی تو منشی محمد حسین صاحب کو پھر یہ حکم دے کر واپس فرمایا کہ۔

"جا کر کہہ دو کہ اس کا نام روزنامچے سے نکال دو"

اس پر وہ غریب بہت پریشانی میں پڑ کر خود حضرت کی خدمت میں یہ کہنے کے لئے حاضر ہوا کہ

"حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگر نام اس حجام کا نکالا تو میری نوکری جاتی رہے گی"

آپ نے فرمایا۔

"اس کا نام روزنامچے سے کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی"

آگے راوی کا کہنا ہے کہ۔

"اس حجام کو اس نے چھوڑ دیا اور برابر نوکر بھی رہا"

(سوانح قاسمی جلد اول ص ۳۴۲ ، ۳۴۳)

اس واقعہ کا حوالہ دے کر قبلہ ارشد القادری صاحب فرماتے ہیں کہ۔

"مولوی قاسم صاحب نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو،

پولیس کا محکمہ اس قدر ان کے تابع فرمان کیوں تھا؟

کیوں تھا؟ یوں تھا۔ کہ وہ اللہ تعالٰے کے تابع فرمان تھے! اور جو اللہ تبارک وتعالٰے کے "تابع فرمان" ہو جاتے ہیں ان کی یہی شان ہوتی ہے! من کان للہ کان اللہ لہ، جو اللہ تعالٰے کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالٰے اس کا ہو جاتا ہے، کیا یہ مشہور حدیث بھی مولانا قادری صاحب نے نہیں پڑھی؟ اور وہیں حاشیہ میں جہاں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ سے متعلق یہ حکایت درج ہوئی ہے۔ معنف، مولانا گیلانی علیہ الرحمۃ

نے بخاری شریف کی ایک روایت کا جو ترجمہ درج کیا ہے وہ بھی مولانا صاحب کی نظر سے بالاتر ہی رہا۔ یہ کہ

"بندہ جب اپنے خالق کا محبوب بن جاتا ہے، تو ارشاد ربانی ہے کہ میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے۔ اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں، جس سے سنتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں، جن سے پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے چلتا ہے۔"

(ج ۱۔ صـ۲۳۳)

ہم بتا چکے ہیں کہ یہ حکایت حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقام ولایت کے تذکرہ میں درج ہوئی ہے۔ پس چاہیئے تو یہ تھا کہ قادری صاحب اس بات کا ذکر کرکے یہ حکایت وہاں درج کرتے جہاں انہوں نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامتوں کی روایات درج کی ہیں اور پھر کہتے کہ دیکھئے صاحب یہ لوگ اپنے بزرگوں کے لئے تو خدائی میں بھی دخل مانتے ہیں۔

لیکن قدرت کو تو یہ منظور تھا کہ قادری صاحب کی عقل وخرد کا اور دیانت، و صداقت کا پردہ ذرا اچھی طرح چاک ہو اس لئے انہوں نے اس حکایت کو بانی دارالعلوم کی اعلیٰ انگریز حکام سے "ساز باز" ثابت کرنے کے لئے منتخب فرمایا۔

رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ کس درجے کے سیدھے اور بے خبر لوگوں کا طبقہ ان علماء کرام کے ہاتھ لگا ہے کہ اوندھی سے اوندھی بات بکتے اور لکھتے ہوئے بھی انہیں ڈر نہیں ہوتا کہ کوئی اس پر ہنس دے گا۔ بھلا کوئی تک ہوئی کہ قصبہ کے تھانیدار نے ایک بات مان لی تو اس سے انگریزوں سے ساز باز ثابت ہو گئی! ٹھیک ہے کہ تم تو ان بزرگوں کو

اپنی کم نصیبی سے، صاحب ولایت نہیں مان سکتے۔ لیکن اس کے ماننے میں بھی کون دقت ہے کہ یہ تھانیدار جو اسی قصبہ کا تھانیدار تھا انہیں خدا رسیدہ بزرگ مانتا ہو! یا اس علاقہ میں جو ان کی وجاہت تھی محض اس کا لحاظ کرنے پر ہی مجبور رہو!

ان میں سے کون سی بات ایسی ہے جو نہیں ہو سکتی! جب کہ اس کے برعکس اوپر کے حکام، اور وہ بھی "مرکزی حکام" سے "ساز باز" والے تعلقات کا علم ایک ہندوستانی تھانیدار سے ہونے کی بات کسی تھوڑی سی عقل والے کی بھی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کھلے تعلقات ہوں تو ضرور ایک تھانیدار بے چارہ بھی واقف ہو سکتا ہے مگر ڈھکے چھپے اور ساز باز والے تعلقات ہوں تو اس کی خبر اس بے چارہ کے فرشتوں کو بھی ہونے سے رہی۔ مگر واہ رے مولانا قادری صاحب! یہ سیدھی سیدھی باتیں پس پشت ڈال کر چلے ہیں کہ اسے "انگریزوں کے خلاف دیوبندی اکابر کے افسانۂ جہاد و بغاوت کی پوری بساط الٹ دینے والی سنسنی خیز کہانی"[۱] بنا کے چھوڑیں گے!۔

حالانکہ جہاں تک آپ کے مریدوں اور معتقدوں کا سوال ہے ان کے لئے تو کسی کہانی کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف آپ فرما دیجئے کہ دیوبندی جو کچھ جہاد و بغاوت کی باتیں کرتے ہیں سب افسانہ ہیں۔ وہ بے چارے مان لیں گے لیکن جنہیں دلیل و ثبوت کی ضرورت ہے وہ آپ کی اس سستی "سنسنی خیزی" پر ہنس دیں گے کہ کیا "دو آنے والا جاپانی طمنچہ" مولانا صاحب شیروں کا شکار کرنے کے لئے لائے ہیں؟ ایک طرف جیتی جاگتی اور، غلو پسند بریلویوں کو چھوڑ کر، مسلم و غیر مسلم سب کی مانی ہوئی حقیقت ہے اور دوسری طرف یہ، تھانے دار کی کہانی! ہائے ری کم سوادی! اللہ ہائے ری کج ادائی! یہ گمان مولانا صاحب کو اس معاملے میں مشرادک کہا جائے تو بالکل موزوں ہوگا۔ انہی کی طرح ایک شرلک

[۱] زلزلہ ص۹۰،

ہندوستان میں ہیں جو روز مضامین لکھتے ہیں کہ تاج محل مغل بادشاہ نے نہیں ہندؤں نے بنوایا تھا۔ لال قلعہ اس بادشاہ کا بنوایا ہوا نہیں تھا۔ قطب کی لاٹ بھی مسلمانوں کا کارنامہ نہیں ہے۔ وغیرہ ذٰلک من الخرافات۔

ایک سوال جو سر چڑھ کر پکارتا ہے | سوانح قاسمی جلد دوم سے ایک عبارت لے کر سوال فرمایا گیا ہے کہ۔

• جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق انگریزی فوج کے ساتھ تھی تو تھانہ بھون کے لئے کیا حکم ہے جو حضرت خضرؑ کے مقابلہ میں لڑنے آئے تھے؟ کیا اب بھی انہیں غازی اور مجاہد کہا جا سکتا ہے۔

(زلزلہ ص۹۹)

سوانح قاسمی کی وہ عبارت ایک روایت کے ذیل میں ہے۔ روایت کے راوی ہیں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی اور جن کے بارے میں روایت ہے وہ ہیں حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ یعنی نہ یہ خاص معنی میں دیو بندی اور نہ وہ دیو بندی، تعلق دونوں بزرگوں کو دیو بند کے بزرگوں سے بھی تھا۔ اور دیو بند کے بزرگوں کو ان دونوں سے ... بلکہ حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے بعض بزرگان دیو بند کا اما دتمندانہ تعلق ساتھ اور ان کے مزار کو بریلی والے بھی مانتے ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو۔ مگر دیو بندیوں پر وار کرنے کے جنون میں جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر ہاتھ صاف کئے گئے ویسے ہی حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ بھی اس جنون کی زد سے نہیں بچ پائے۔ ان کے متعلق سوانح قاسمی کے مصنف مولانا

گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت نواب صدر یار جنگ کے حوالے سے یہ درج کی ہے کہ .

۱۸۵۷ء میں ، انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے . اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج کی افسری کر رہے تھے ، کہتے جاتے تھے کہ لڑنے سے کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں ؟

دوسری ایک روایت اسی سلسلے میں انہی راوی نے مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ بیان فرمائی کہ " غدر کے بعد جب گنج مراد آباد کی ویران مسجد میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب جا کر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے ، انگریزی فوج گزر رہی ہے . مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر ، دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے ..... باتیں کر کے پھر مسجد واپس آ گئے " اس کے آگے راوی (نواب صدر یار جنگ) کا بیان ہے کہ .

اب یاد نہیں رہا ، پوچھنے پر یا از خود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی تھی یہ خضر تھے . میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے ؟ تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے "

اس کے بعد مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے .

" یہ روایت نواب صاحب سے سنی ہوئی ہے . باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے؟ حضرت حق کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوتی ہے . تفصیل کرنے

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کی کتابیں پڑھنے گویا
جو کچھ دکھایا جا رہا تھا (یعنی انگریزوں کا غلبہ) ،
وہ اسی کے باطنی پہلو کا یہ مکاشفہ تھا۔
(حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳)

اس پر حضرت ارشد القادری صاحب وہ معترضانہ سوال فرماتے ہیں کہ جس کا ذکر پہلے کر دیا گیا۔ کہ پھر" ان باغیوں کے لئے کیا حکم ہے جو حضرت خضرؑ سے لڑنے آئے تھے؟" ان کا حکم ؟ ۔ ان کا حکم وہی ہے جو ان حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جناب ارشاد فرمائیں گے۔ جو حضرت خضرؑ سے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر ان کا علم لدنی دیکھنے ان کے پاس گئے تھے، ان کے ہر فعل پر لڑ جاتے تھے اور بالآخر ان سے جدائی پر مجبور ہو گئے !۔ پتہ نہیں قرآن میں بیان کیا گیا یہ قصہ آپ کو معلوم بھی ہے یا نہیں ؟

یہ جواب تو ہوا مولانا صاحب کے سوال کی معقولیت و نامعقولیت کو ناپے بغیر۔ لیکن اس نظریے کو جانچنے کے بعد خود آپ سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس روایت میں، حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بھی لکھا ہے کہ اسے خضرؑ نظر آتے ؟ حضرت شاہ صاحب کو نظر آئے تھے وہ میدان سے ہٹ گئے، دوسروں کو نظر آنے کا جب کوئی ذکر نہیں تو اس اعتراض کا کیا تک کہ وہ حضرت خضر سے لڑ بھڑے تھے اس ضمن ایک دلچسپ بات یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ سوانح قاسمی میں اس روایت کے کہ جس سے مولانا ارشد صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب بھی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے دوش بدوش دوآبہ کے

علاقے میں انگریزوں سے لڑ رہے تھے۔ چنانچہ سوال کرنا چاہئے کہ جب ان کے ایک ساتھی بزرگ نے یہ اطلاع انہیں دے دی تھی پھر کیوں وہ انگریزوں سے لڑتے رہے؛ بے چارے مولوی صاحب کو یہ پتہ نہیں کہ رشید احمد صاحب تو وہیں تھے اور وہ دو آبہ سے کافی دور ہے۔

خیر یہ دلچسپ بات تو اپنی جگہ، ذرا دوسرا سوال کرنے دیجئے کہ حضرت یہ آپ نے کہاں پڑھا ہے کہ اگر کسی دشمن فوج کے متعلق کسی بزرگ کا یہ مکاشفہ معلوم ہوجائے کہ حضرت خضر کی شکل یا کسی دوسری شکل مشیت خداوندی اس دشمن فوج کے ساتھ ہے تو مقابلہ میں اٹھنے والے مسلمانوں کو ہتھیار پھینک کر ضرور میدان سے ہٹ جانا چاہئے ورنہ وہ کہلائے غازی اور مجاہد کے گنہگار ہوں گے؟

آپ نے کہیں کچھ پڑھا بھی ہے یا یوں ہی نام "محمد فاضل" ہوگیا؟ علامہ صاحب! کسی بھی بزرگ کا مکاشفہ کسی دوسرے پر حجت نہیں۔ یہ صرف پیغمبروں کا مرتبہ ہے کہ ان کا مکاشفہ بھی وحی کے ہمرتبہ اور حجت!

اور چلئے سب باتیں آپ ہی کی ٹھیک! خدا آپ کے جنون اعتراض کو عمر دراز دے اس کے صدقے میں ایک جگہ تو آپ نے مان لیا کہ یہ دیوبند کے بزرگ انگریزوں سے لڑے تھے۔ حق اسی طرح سر چڑھ کر بولا کرتا ہے اور اس لئے اب اپنی زبان کے مطابق خود آپ کے اپنے "سر پہ چڑھ کر آواز دینے والے" اس سوال کا جواب ارشاد فرمائیے کہ آپ جو ان بزرگوں کی انگریزوں سے جنگ و جہاد کو اب تک "افسانہ" ٹھہراتے آ رہے ہیں وہ سب آپ کا جھوٹ اور جعل تھا یا نہیں؟

اس کے بعد ایک بات جو اوپر اشارہ میں آئی ہے عوام کے لئے ذرا کھول کر کہہ دینی چاہئے

کہ مسلمانوں کا غلبہ ہو یا ان کے دشمنوں کا غلبہ سب خدا ہی کے اور اس کے اذن و مشیت سے ہوتا ہے۔ انگریزوں کا غلبہ بھی ۱۸۵۷ء میں بلاشبہ اسی اصول کے ماتحت ہوا اور اسی مشیتِ ازلی تکوینی "تائید ونصرت" کو صاحبِ کشف بزرگ صورت خضر وغیرہ میں دیکھا کرتے ہیں اس کے ظاہر کر دینے کا نام کوئی "دشمنانِ اسلام کی بارگاہ میں نیازمندی" رکھے۔ جیسا کہ مولانا قادری صاحب نے کیا ہے تو یہ محض جہالت ہے یا خدا سے بے خوف ہو کر ابلہ فریبی۔

اُجالے میں چوری

دیو بندیوں کی شہبت انگریز کشتی کے "تابوت" میں آخری کیل ٹھونک دینے کی کوشش میں ایک گرفت قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر بھی فرمائی گئی ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تذکرہ نگار نے جہاد ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات میں آپ کے لئے ہر دم خطرۂ گرفتاری اور اس کے عواقب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"مگر آپ کو واستقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے جو چاہے کرے"۔

اس پر قادری صاحب لن ترانی فرماتے ہیں کہ۔

"کچھ سمجھا آپ نے! کس الزام کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ یہی کہ انگریزوں کے خلاف انہوں نے علم جہاد بلند کیا تھا۔ (زلزلہ ص [illegible])

جی ہاں! سمجھا ہی نہیں دیکھا ہم نے کہ حضرت بایں جبہ و دستار کھلی روشنی میں چوری فرما رہے ہیں۔ تذکرہ نگار حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول نہیں نقل کر رہا ہے کہ "آپ فرماتے تھے" بلکہ اپنا خیال ظاہر کر رہا ہے کہ "آپ سمجھے ہوئے تھے"۔۔۔۔

اور آپ یہ الفاظ نقل کر کے بھی آگے کی عبارت کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا قول بتانا چاہتے ہیں!

یہ حوالے کی عبارت تو تذکرہ نگار نے اس کے حالات میں لکھی ہے جب حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ صرف خطرے میں تھے، گرفتار نہیں ہوئے تھے لیکن اس کے چار ہی صفحے آگے گرفتاری کے بعد انگریز حاکم کی عدالت میں پیشی اور سوال و جواب کا حال بھی انہوں نے لکھا ہے۔ قادری صاحب نے اسے بھی اپنے شکار کی تلاش میں جھانکا تو ضرور ہوگا۔ اور اب بھی جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اس آخری درجے کے کٹھن وقت میں بھی اگر کوئی آدمی اس ہستی کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں، کوئی لوچ، کوئی گھماؤ پھراؤ، اور حضور وسرکار دکھا دے تو کم از کم ہمارا اخلاص غلامی اس کی خدمت میں حاضر ہے: یہی تذکرہ نگار جو مذکورہ بالا عبارت جیسے صفحے کے صفحے اپنی طرف سے حضرت کی صفائی اور بے گناہی ظاہر کرنے کے لئے لکھ گئے ہیں۔ جب آپ کی حراست کے ضمن میں آپ کا عدالتی بیان نقل کرنے کے مقام پر پہنچتے ہیں تو کیا لکھتے ہیں! یہ کہ

• جس وقت حاکم کے حکم سے عدالت میں بلائے جاتے (یعنی جیل خانے سے) تو ظاہر ہے کہ بے تکلف گفتگو کرتے اور جو وہ دریافت کرتا ہے تکلف اس کا جواب دیتے تھے ..... اور حقیقت حال کے موافق ___ کبھی آپ سے سوال ہوتا کہ "تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا اور فساد کیا" آپ جواب دیتے "ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی" کبھی دریافت ہوتا کہ "تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے" آپ اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کرکے فرماتے "ہمارا ہتھیار تو یہ ہے"۔ کبھی حاکم دھمکاتا کہ ہم تم کو چوری سزا

دیں گے۔ آپ فرماتے ہیں کیا مضائقہ ہے، مگر تحقیق کر کے!......"

(تذکرۃ الرشید، قدیم ایڈیشن، ص ۱۴۸)

قادری صاحب! یہ تھے ان مجاہدوں کے انداز اور ان کی زبان۔ آپ کو اگر تکلیف نہ ہو تو سنیئے ایک صدا بھوٹ رہی ہے ؎

کون ہوتا ہے حریف مے مردافگن عشق

ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

تو ایک بار پھر گزارش ہے کہ جس کسی کو انگریزوں سے قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی "نیاز مندی" ثابت کرنے کا شوق ہو وہ ایک لفظ آپ کی زبان کا نکلا ہوا ایسا دکھا دے لاد ہم سے خط غلامی لکھا لے!

سوچنے کی بات ہے کہ ایک آدمی جو حاکموں سے رو در رو اس زبان اور اس لہجے میں بات کرتا ہے وہاں کی پیٹھ پیچھے "نیاز مندی" کی زبان بولے گا؟ رہی یہ بات کہ ان کے ایک معتقد نے ان کی صفائی میں لوچدار زبان کیوں استعمال کی؟ تو اس کا اصلی جواب تو اگر وہ زندہ ہوتے تو خود ہی دے سکتے تھے۔ البتہ ہماری نظر میں وجہ وہی ہے جس کی طرف عنوان ۳ کے ضمن میں اشارہ بھی آگیا ہے کہ انہوں نے اس اطمینان کی بنا پر کہ ایک امر تاریخ پران کے کچھ لکھ دینے سے پردہ تو پڑ نہیں جائے گا۔ اپنے زمانے کی مصلحت یہی سمجھی ہوگی کہ انگریز حکومت کو مغالطہ میں ڈال دینے والی زبان استعمال کریں۔ بالخصوص جب کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر الزام ثابت بھی نہیں ہوا تھا اور صاف بری ہو گئے تھے تو اس کا پورا موقع بھی تھا اس زبان کو علمی اصطلاح میں تقیہ کی زبان کہتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے کہ جس سے دوسرا کچھ سمجھے اور اپنی مراد کچھ ہو۔ جیسے کہ اسی عبارت

میں جس کا حوالہ مولانا قادری صاحب نے دیا ہے " سرکار " کا لفظ ہے جس کا مطلب روحانی سرکار بھی ہو سکتا ہے اور دنیوی سرکار یعنی حکومت وقت بھی ۔ قادری صاحب نے اس عبارت کا وہ پہلا جملہ چھوڑ دیا ہے جسے ہم نے نقل کیا ۔ یعنی :

" آپ کو واستقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے "

اس جملے کو پڑھنے کے بعد کوئی شخص حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ آگے آنے والے لفظ " سرکار " سے مراد انگریزی سرکار تھی بلکہ ہم انکم برابر کے درجہ میں دو سرا آدمی یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ لکھنے والے کی مراد اس سے " خدائی سرکار " ہے ۔ ورنہ خدا کے حکم پر راضی ہونے کا کیا مطلب ؟ قادری صاحب نے پہلا جملہ حذف کر دینے کی دانستہ کاروائی اسی لئے کی ہے کہ ۔ معاملہ کا یہ پہلو کسی کے سامنے نہ آئے ۔ ورنہ ان کا غبارہ تھوڑی دیر کے لئے بھی نہ پھول پائے گا ۔ مگر قادری صاحب ! جھوٹ و فریب کے پاؤں نہیں ہوتے اور بہت ہی جلد رسوائی کا سامنا ہو جاتا ہے ۔ آپ کو اپنے ہاتھوں کی صفائی پر ناز ہے تو یہاں بھی ذرا مندرجہ ذیل کی نظر کر دیں نہیں ۔

دیوان جی کا مکاشفہ

بات جہاں سے چلی تھی اس پر گفتگو ابھی باقی ہے یعنی ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے ایک خادم تبلیغ جی کا مکاشفہ کہ دارالعلوم دیوبند کے چاروں طرف ایک سرخ ڈورا بندھا ہوا ہے " اور اس مکاشفہ کی تعبیر میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا یہ بیان کہ ۔

" اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر خود یہ کیا کرتے تھے کہ نصرانیت اور تجدد و آزادی کے آثار ایسا معلوم ہوتا ہے دارالعلوم میں نمایاں ہوں گے ۔ "

(سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ، حاشیہ)

اس پر ارشد صاحب فرماتے ہیں کہ: جو لوگ اپنا عیب چھپانے کے لئے دوسروں پر انگریزوں کی کاسہ لیسی اور سازباز کا الزام عائد کرتے ہیں وہ گریبان میں منہ ڈال کر ذرا اپنے گھر کا کشف نامہ ملاحظہ فرمائیں۔

ملاحظہ فرمالیا! مگر اس سے تو یہ ثابت ہے کہ ہم لوگ اپنا کوئی عیب چھپانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کسی عیب کے پیدا ہوجانے کا بھی اندیشہ ہو تو اس کی فکر کرنے کے لئے اگر ضرورت ہوتی ہے تو عیب چھپنوں سے ڈرے بغیر آپس میں کھل کر اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور اسی کا تو یہ نتیجہ ہے کہ ارشد صاحب کو ایک ایسا انکشاف بھی ہماری ہی کتاب میں ہاتھ آیا جس پر انہوں نے جلن میں بغلیں بجالیں کہ ان کے گروہ پر کبھی کسی نے انگریزوں سے سانٹھ گانٹھ اور کاسہ لیسی کا الزام عاید کیا ہے۔

مگر اس سے ارشد صاحب کا یہ مدعا خدا جانے کیسے پورا ہوتا ہے کہ جماعت دیوبند پر انگریزوں کی کاسہ لیسی کا الزام الٹ دیا جائے؛ نصرانیت اور تحمہ کہ آزادی کے آخر تو ایسے لوگوں پر بھی پوری طرح طاری ہوئے ہیں جن کی انگریزوں سے لڑائی کا انکار اب بھی کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ یہ استقاء دھمنے کوئی کرے کہ انگریز ہندوستان میں کوئی لڑائی نہیں وہ یوں ہی آپ سے آپ ہندوستان سے چلے گئے۔ ایک ہندوستان کیا ساری دنیا میں انگریزی سامراج کے خلاف آزادی کی تحریکوں میں پیش پیش اسی طبقے کے لوگ رہے جس نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی تہذیب کو بھی پوری طرح اپنایا۔ لہٰذا اس سے تو انگریزوں کی کاسہ لیسی اور سازباز ثابت ہوتی نہیں، کوئی اور تدبیر فرمائیے۔!

ارشد صاحب کا مدعا تو اس مکاشفہ کو نقل کرنے سے بس اتنا ہی تھا جو افسوس ہے کہ پورا نہ ہوا۔ لیکن الحمد للہ کہ انھوں نے بزرگان دیوبند کو سند افتخار اپنے ہاتھوں سے، بخش دی کہ یہ فکر اپنی جماعت کے دینی مستقبل کے بارے میں خطرات سے بے نیاز نہ ہونے اور واہمہ بھی جو بدلنے تو منکر ہونے اور اس سے اگلی نسلوں تک کو آگاہ کر جانے میں بھی بالکل اپنے نبی کریم۔ فداہ روحی علیہ الصلوۃ والتسلیم کے نقش قدم پر ہے۔ آپ نے اپنی امت کو آئندہ کے دینی انحراف اور بگاڑ سے کس کس طرح خبردار کیا ہے؛ اس سے وہ عام مسلمان بھی بے خبر نہیں ہیں جو تھوڑی بہت دینی معلومات کا ذوق رکھتے ہیں۔ کیا مولانا ارشد القادری صاحب بے خبر ہیں؟

تو پھر یہ بات مخالفانہ تعلیق کیا قابل تعریف ہے یا تحسین و آفرین کی؟ کہ بزرگان دیوبند تو بالا تر۔ ان کے ایک خادم کو بھی مستقبل کا اندیشہ اپنے ادراک کے مطابق نظر آگیا تو اسے جماعت کی آگاہی کے لئے بیان کر دیا اور اگلی نسلوں نے اسے، یہود یوں کی طرح اپنے آبائی میں خطرات اور بگاڑ کی آگاہیوں کو چھپانے کے بجائے، نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے رہنے کا سامان اپنے بس بھر کر دیا۔ اور شاید اسی دینی فکر کے طفیل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ آج تک تو ان آثار میں سے کوئی نمایاں نہیں ہوا۔

فالحمد للہ علی ــــــ ذالک۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

۶

ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" میں اپنے موضوع اور مدعا سے ہٹ کر دیوبندیوں کی اصلاح میں گھے ہاتھوں جو چند مباحث چھیڑے اور چند سوالات اٹھائے ہیں ان پر ہم نے نمبروار گفتگو شروع کی تھی۔ ناظرین کرام پانچ نمبر پڑھ چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک صرف دو باتیں اور ایسی باقی ہیں جن کے بارے میں کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد کی نوعیت

ارشد صاحب نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات سے ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگرس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ، لادینی حکومت، قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا"

(زلزلہ ص۱۴۳)

حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اور ان کے رفقاء کا جہاد کوئی زمانہ ماقبل تاریخ کا واقعہ نہیں ہے۔ بس تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کی بات ہے اور تاریخی طور پر اس میں اتنا لکھا جا چکا ہے جس کے بعد اس کی غایت و غرض اور نوعیت کے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس کے بارے میں قادری صاحب کا یہ کہنا کہ وہ ہندوستان میں لادینی حکومت قائم کرنے کی جد و جہد تھی۔ اسی طرح

کی ہے جس طرح کی مضحکہ خیز باتیں تاج محل اور قطب مینار وغیرہ کے بارے میں سطر اوک لکھا کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک اس پر کسی طویل بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ رہا "نقش حیات" کا حوالہ سو اس کے متعلق خود حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ایک مکتوب نقل کر دینا ہم کافی سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی حیات میں "نقش حیات" کے مطالعہ سے بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا تھا۔ انہوں نے اس بارے میں خود حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو لکھا۔ اس کا حضرت نے جواب دیا۔ خط لکھنے والے یہ صاحب مدرسہ دینیات لکھنئو، ضلع اعظم گڑھ کے مولانا محمد فاروق صاحب تھے۔ ان کے خط کے جواب میں مولانا نے جو مکتوب تحریر فرمایا تھا وہ انہوں نے ۲۸ مارچ ۱۹۵۸ء کے سہ روزہ "دعوت" دہلی میں شائع کرا دیا تھا اور اسی کے حوالے سے اسی زمانہ میں "رسالہ "الفرقان" میں شائع ہوا تھا، یہاں ہم وہ مکتوب "الفرقان" ہی سے نقل کر رہے ہیں۔

مکتوب حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمۃ!

محترم المقام! زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

مزاج شریف! والا نامہ مؤرخہ ۱۴ شوال مطابق ۱۹ مئی باعث سرفرازی ہوا، تھا جس میں تین اعتراضات "نقش حیات جلد ثانی" پر تھے میں بوجہ بیماری اور عدیم الفرصتی جواب لکھنے سے معذور رہا۔ اور آج کی تاریخ آگئی امید وار معافی ہوں:۔ پہلا اعتراض!، موجودہ سیکولر اسٹیٹ کو حضرت شاہ عبدالعزیز

صاحب کی تعریفِ دارالاسلام پر دارالاسلام قرار دینا ہے۔

محترما: میں نے کسی جگہ کتاب مذکور میں اس سیکولر اسٹیٹ کو دار الاسلام نہیں لکھا ہے۔ نہ جمہور کے قول پر اور نہ حضرت شاہ صاحب کے قول پر پھر میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا یہ "اعتراض کس طرح وارد ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت کے جن شرمناک کارناموں کا آپ ذکر فرماتے ہیں مجھ کو ان کا انکار نہیں۔ پھر میں کس طرح اس کو دارالاسلام قرار دے سکتا ہوں، اور اگر کسی جگہ موجودہ سیکولر اسٹیٹ کی تائید کرنے کے الفاظ سے آپ نے اس کو سمجھا تو وہ قبیل اہون البلیتین ہے نہ کہ بحیثیت دارالاسلام "........

(یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتوے کی کچھ تفصیل تھی اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ —— الفرقان)

دوسرے اور تیسرے اعتراض میں آپ کا یہ اعتراض کہ حضرت سید صاحبؒ کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کا ارادہ کرنے والا اور انگریزوں کو نکالنے والا میں قرار دیتا ہوں، بالکل خلاف واقعہ اور تصریحات سے صرف نظر ہے۔ بہرحال یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی عبارت ایسی ہے جس کی دلالت مطابقی یہی ہے، دوسری توجیہ اس میں نہیں ہو سکتی تو وہ غلط ہے میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ

از دارالعلوم دیوبند ۸۔ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ۔ الفرقان

شعبان و رمضان ۱۳۷۶ھ

عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ مکتوب ۱۹۳۳ء میں ، یعنی اب سے ۲۴ سال پہلے سہ روزہ "دعوت دہلی" اور "ماہنامہ الفرقان" میں اور ان کے علاوہ بھی ملک کے متعدد جرائد میں شائع ہو چکا ہے ۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے حوالے سے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور ان کے رفقاء کے جہاد کے بارے میں یہ دعوے کرنا کہ ان کا مقصد ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ یعنی لادینی حکومت قائم کرنا تھا ، اگر بددیانتی نہیں تو کیا ہے ؛ ہمیں قابل وثوق ذریعے سے یہ بھی معلوم ہے کہ ارشد صاحب اس مکتوب سے ناواقف اور بے خبر نہیں ہیں ۔

(۷)

کیا شاہ شہیدؒ اولیاء اللہ کے کشف و الہام کے منکر ہیں؟

زلزلہ کے صفحہ ۲۲ پر ارشد صاحب نے تقویۃ الایمان کے حوالے سے ایک عبارت اس طرح نقل کی ہے ۔

"یہ سب جو غیب دانی کا دعوے کرتے ہیں ، کوئی کشف کا دعوے رکھتا ہے کوئی استخارے کے عمل سکھاتا ہے ؛ .... یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز ؛"

(تقویۃ الایمان ص۲۲)

اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سرے سے کشف کے منکر ہیں اور اس بنیاد پر ایک سوال کیا ہے ۔ یہاں بھی ان قادری صاحب نے اسی دجل و فریب سے کام لیا ہے جس میں وہ اپنے کو بڑا باکمال سمجھتے ہیں ۔ ہم تقویۃ الایمان کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ ان

جناب نے کیا کر تب دکھایا ہے ۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اشراک فی العلم کے بیان میں سورۂ لقمان کی آخری آیت کی بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ تفسیر کی ہے ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ۔

" اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں کوئی کشف کا دعوےٰ رکھتا ، کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے ، کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے ۔ کوئی رمل قرعہ پھینکتا ہے ، کوئی فالنامہ لئے پھرتا ہے ، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز ۔ ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے "

اس پوری عبارت کو پڑھ کر کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کا اولیا اللہ کے کشف سے کوئی تعلق ہے ، اس میں تو ان ٹھگوں اور پیشہ وروں کو جھوٹا اور دغا باز کہا گیا ہے جو بے چارے جاہل عوام کو لوٹنے کے لئے غیب دانی کا دعوےٰ کرتے ہیں ۔ کوئی کہتا ہے کہ میں کشف کے ذریعہ سب کچھ معلوم کر لیتا ہوں ، کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس استخارے کا ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ کسی کام کا اچھا برا نتیجہ بتا سکتا ہوں ۔ کوئی پترا نکالتا ہے ، کوئی رمل قرعہ پھینکتا ہے ۔ کوئی کھولتا ہے ۔ اور ان ذریعوں سے غیب دانی " کا دعوےٰ کرتا ہے ۔ بلاشبہ ایسے پیشہ ور ٹھگ ہر زمانہ میں رہے ہیں اور آج بھی ہیں ۔ شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے یہاں انہی لوگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ۔

" یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے ،،

اس عبارت کے بعد متصلاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے لکھا ہے کہ

" لیکن جو شخص آپ دعوےٰ غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات

کبھی اللہ کی طرف سے مجھے معلوم ہوتی ہے، سو وہ میرے اختیار میں نہیں کہ جو بات میں چاہتا ہوں تو معلوم کر لوں۔ یا جب میں چاہوں تو دریافت کر لوں۔ تو یہ بات ہو سکتی ہے کہ وہ سچا ہو یا مکار ہو؟

(تقویۃ الایمان ص)

اس عبارت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو مذکورہ بالا قسم کے پیشہ ور ڈھکوں کی طرح اختیاری غیب دانی کا دعوے نہ رکھتے ہوں بلکہ صرف یہ کہتے ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کبھی کوئی بات مجھ کو معلوم ہو جاتی ہے تو ایسے لوگوں کے بارہ میں اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ بات کہنے والے سچے ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کشف والہام کی صورت ہے۔

الغرض حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عبارت کی اوپر کی سطروں میں غیب دانی اور کشف وغیرہ کا دعوے کرنے والے پیشہ ور ڈھکوں کو جھوٹا اور دغا باز کہا ہے۔ اور اس کے متصل اگلی سطروں میں حقیقی کشف و الہام کا اعتراف کیا ہے[۱]۔

لیکن ابن القادری صاحب نے پوری دیدہ دلیری کیساتھ اپنے فن فریب کاری کا یکمال

---

[۱] ہم اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۲ پر اولیاء اللہ کے کشف والہام کے بارہ میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ لفظ تفصیل سے ان کی کتاب "منصب امامت" سے پیش کر چکے ہیں۔ اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اس بے نظیر کتاب میں اولیاء اللہ کے الہام و کشف کو قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے ثابت کیا ہے۔

دکھایا ہے کہ اس پوری عبارت میں قطع و برید کر کے صرف دو سطر کی ایسی عبارت بنادی جس سے کتاب کے ناظرین یہ سمجھ لیں کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کشف کے سرے سے منکر ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ قادری صاحب نے پوری کتاب میں اسی فنکاری کا کمال دکھایا ہے ارشد صاحب نے "زلزلہ" میں اپنے اصل موضوع اور مدعا سے ہٹ کر جو مباحث چھیڑے اور سوالات اٹھائے تھے ان میں صرف انہی چند مباحث کو ہم نے قابل توجہ سمجھا جن پر ہم نے صفحہ ہذا سے یہاں تک سات نمبروں میں بحث کی ہے اس کے بعد "زلزلہ" میں کوئی ایسی بات ہمارے نزدیک باقی نہیں رہی جس کے مستقل جواب کی ضرورت ہو۔

فالحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم

الصالحات۔

خاتمۂ کلام

ارشد صاحب کا بنایا ہوا مقدمہ سراسر جعل و فریب!

ہمارے ناظرین کرام میں سے جن حضرات نے زلزلہ کا مطالعہ کیا ہوگا ان کو اس سے معلوم ہوا ہوگا اور جنہوں نے اس کا مطالعہ نہیں کیا ان کو ہمارے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ ارشد القادری صاحب نے اپنی اس کتاب کی شکل میں علمائے دیو بند کے خلاف ایک مقدمہ بنا کر قوم کی عدالت میں پیش کیا ہے۔ ان کا استغاثہ اور دعویٰ خود ان کے مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ۔

"جن امور کو علمائے دیو بند انبیاء و اولیا کے حق میں شرک قرار دیتے ہیں انہی امور کو وہ اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین ایمان و اسلام سمجھتے ہیں۔

(زلزلہ صا)

اس دعوے کے ثبوت میں انہوں نے پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ علمائے دیو بند کی وہ عبارتیں پیش کیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی مخلوق کے حق میں علم غیب کا اور اپنے ارادہ و اختیار سے کائنات میں تصرف کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

اس کے بعد انہوں نے علمائے دیو بند ہی کے حلقہ کی بعض ان کتابوں کے حوالے جن میں مختلف بزرگوں کے حالات و واقعات لکھے گئے ہیں شمار اسی کے قریب ایسے

واقعات نقل کئے ہیں جن میں کشف و الہام کے علاوہ پر ان بزرگوں کے بعض مخفی باتوں پر مطلع ہو جانے کا یا کرامت وغیرہ کی قسم کے کسی تصرف کا ذکر کیا گیا ہے۔

لیکن ارشد صاحب نے اپنے ناظرین کی سادہ لوحی پر پورا اعتماد کر کے یہ کھلا فریب دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین نے ان حکایات و واقعات میں اپنے بزرگوں کے لئے وہ علم غیب اور وہ تصرف ثابت کیا ہے جس کو یہ لوگ انبیاء و اولیاء کے لئے ثابت کرنا شرک قرار دیتے ہیں۔

ہم ان کے اس فریب کا پردہ پوری طرح چاک کر چکے ہیں۔ یہاں ہم خود اپنے ناظرین کرام سے عارض کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے "زلزلہ" نہ دیکھا ہو تو وہ اس کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ارشد صاحب نے ابلہ فریبی کا کیسا کمال دکھایا ہے۔

یہاں ہم اپنے رب کریم کے اس احسان عظیم کا شکر کے ساتھ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس نے ہمارے اکابر علمائے دیوبند اور ان سے عقیدت رکھنے والوں کے دلوں میں توحید ایسی راسخ کر دی ہے کہ وہ بھولے سے بھی اپنے کسی بزرگ بلکہ کسی مخلوق کے لئے وہ علم غیب اور کائنات میں وہ تصرف ثابت نہیں کر سکتے جس کا کسی کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

یہ ہرگز ہمارے بزرگوں کا ذاتی کمال نہیں بلکہ خداوند پاک کا احسان ہے کہ اس نے اس رنگ میں رنگ دیا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

ہمارا چیلنج اور اعلان

ہم ارشد صاحب کو اس خاتمۂ کلام میں پھر چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اکابر جماعت دیوبند میں کسی کی کوئی ایک ہی ایسی

عبارت پیش کریں جس میں اپنے کسی بزرگ کے لئے یا کسی مخلوق کے لئے وہ علم غیب اور وہ تصرف ثابت کیا گیا ہو جس کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

اسی کے ساتھ ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ اگر کوئی گمراہ ہمارے کسی بزرگ کے لئے علم غیب اور کن فیکونی تصرف ثابت کرے تو وہ بھی ہمارے نزدیک بدعت پرستوں اور قبر پرستوں کی طرح قطعاً مشرک اور جہنمی ہے۔

ارشد صاحب جعل وفریب کے مجرم اور سزا کے مستحق

بہرحال ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" کی شکل میں علمائے دیوبند کے خلاف جو استغاثہ اور مقدمہ بنا کر قوم کی عدالت میں پیش کیا تھا۔ ناظرین کرام کو معلوم ہوگیا کہ اس کی بنیاد سراسر جعل وفریب پر ہے۔ اگر ہماری اس دنیا کی کسی بااختیار عدالت میں کسی کے خلاف وہ ایسا دعویٰ اور استغاثہ بنا کر پیش کرتے تو وہ خارج ہی نہ ہوتا بلکہ قادری صاحب جعل وفریب کے مجرم قرار پاکر سزایاب ہوتے۔

مگر انہیں اطمینان ہے کہ قوم کی عدالت سے ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔ لیکن ہم انہیں آگاہی دیتے ہیں کہ یوم آخرت کی خداوندی عدالت پر ان کا ایمان ہو یا نہ ہو وہ برحق ہے اور ایسے مجرمین اس عدالت کی سزا سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝

یہ فن کاری ایک شیطانی کمال

ان ہیں اس کا اعتراف ہے کہ ارشد صاحب نے اپنا استغاثہ اور مقدمہ ایسے انداز میں

پیش کیجئے کہ جو لوگ ان مسائل و مباحث سے واقف نہیں ہیں وہ آسانی سے دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ لیکن یہ فن کاری دینی نقطہ نظر سے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بقول ایک شیطانی کمال ہے۔ حضرت امام موصوف کا ارشاد ہے۔

اعلم ان الشیطان لا یغوی الانسان الا بکلام مقبول الظاهر مردود الباطن ولولا حسن ظاهره لما انخدعت به القلوب

(احیاء علوم الدین)

(ج ۳ صفحہ ۳۴۲)

معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان آدمی کو ایسے ہی کلام سے گمراہ کرتا ہے جو سرسری اور ظاہری نظر میں قابل قبول اور دلنشین ہو لیکن باطن اور حقیقت کے لحاظ سے غلط، باطل، اور مردود ہو۔ اور اگر شیطان کے کلام میں ظاہری حسن اور خوش نمائی نہ ہو تو بندگانِ خدا کے دل اس سے دھوکہ نہ کھائیں۔

ارشد صاحب کا انعامی اعلان

ارشد صاحب زلزلہ کے خروج میں لکھتے ہے کہ دیو بندی کتابوں کے جتنے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے پر دس ہزار روپے انعام کا اعلان کیا جاتا ہے۔

(زلزلہ ص)

یہ اعلان پیشہ ور اشتہاریوں والا اعلان ہے۔ اس طرح کے انعامی اعلان کرنا مرزا غلام احمد قادیانی کا خاص شیوہ اور شعار تھا۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص دعویٰ کرے کہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے اور ثبوت میں کہے سورۂ نساء کے ساتویں رکوع کے بالکل شروع میں فرمایا گیا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ

، اے ایمان والو نماز کے پاس نہ جاؤ، اور ساتھ ہی ارشد صاحب کے الفاظ میں چیلنج کرتے کہ اس حوالہ کو غلط ثابت کرنے والے کے لئے دس ہزار روپے انعام کا اعلان کیا جاتا ہے۔ یا "ستیارتھ پرکاش" کے مصنف "سوامی دیانند جی آنجہانی" کا کوئی چیلہ مسلمانوں کو چیلنج کرے کہ "ستیارتھ پرکاش" کے چودھویں باب میں قرآن مجید اور اسلام پر جو اعتراضات "سوامی جی" نے کئے ہیں اور اس سلسلہ میں قرآنی آیتوں کے جو حوالے دیئے ہیں ان کے غلط ثابت کرنے پر دس ہزار یا دس لاکھ انعام کا اعلان کیا جاتا ہے۔

ارشد القادری صاحب نے حوالوں میں جس دجل و فریب سے کام لیا ہے ہمارے ناظرین کرام اس سے کسی قدر واقف ہو چکے ہیں اور ہر صاحب کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ اصل کتابوں کو سامنے رکھ کر ان حوالوں کے بارہ میں ان کی کرتب بازی بچشم خود دیکھ لے۔

زلزلہ کا دوسرا ایڈیشن اور ارشد صاحب کے دو نئے کرتب!

ابھی چند روز پہلے ہمارے علم میں آیا کہ "زلزلہ" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے، ہم نے حاصل کر کے اس کا مطالعہ کیا۔ اس میں انہوں نے اپنی اور اپنی کتاب کی وقعت بڑھانے کے لئے دو نئے کرتب دکھائے ہیں۔

مولانا علی میاں سے متعلق افسانہ

ارشد صاحب نے اس دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں لکھا ہے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جب مولانا علی میاں کے سامنے "زلزلہ" کا وہ حصہ پیش کیا گیا جس کا تعلق ان کی کتاب "سیرت سید احمد شہید" میں بیان کئے گئے ایک واقعہ سے ہے تو انہوں نے اصل کتاب منگوائی سوئے اتفاق کہیئے کہ حوالہ کی عبارت اور اصل کتاب کی عبارت میں "دو لفظ" کا فرق نکل آیا۔۔ الخ ۔

، زلزلہ دوسرا ایڈیشن ص۸۳ ،

آگے ارشد صاحب نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے ، اور بے ضرورت طوالت کے ساتھ ۴۰۔ ۵۰ صفحے لکھے ہیں ، ان سب کا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ندوۃ العلماء کے چند طلباء جو ، بقول قاری صاحب ، "زلزلہ" کی حمایت میں سرگرم تھے تحقیق بن گئے ان میں سے کسی نے ارشد صاحب کو خط لکھا کہ آپ نے "سیرت سید احمد شہید" کے حوالے سے جو عبارت زلزلہ میں نقل کی ہے اس میں اور اصل کتاب کی عبارت میں یہ فرق ہے ۔

آگے ارشد صاحب نے اس کا جواب دیا ہے ۔ کہ میں نے "سیرت سید احمد شہید" کے جس مطبوعہ نسخے سے زلزلہ میں عبارت نقل کی ہے میرے حوالہ کی عبارت حرف بحرف اس کے مطابق ہے ۔ اس کے بعد آپ نے سیاق و سباق کے قرائن سے بھی اسی عبارت کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے ۔

ہم "سیرت سید احمد شہید" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، کی اس عبارت کے سلسلے میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ زلزلہ میں جو عبارت اس کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے ، وہ صحیح ہے ۔ ارشد القادری صاحب نے جس ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے وہ اس کا تیسرا ایڈیشن ہے اس میں وہ عبارت اسی طرح ہے ۔ اور اس کے بعد کے چوتھے اور آخری ایڈیشن میں بھی ، جو لاہور سے شائع ہوا ہے ، اسی طرح وہ عبارت ہے ۔

اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کر دیں کہ ہم نے "علم غیب" اور تصرف" اور وحی و الہام اور معجزہ و کرامت کے بارے میں جو اصولی اور تفصیلی بحث کی ہے ، جس نے ارشد صاحب کے بنائے ہوئے سارے ہی مقدمہ کو معجل و فریب ثابت کر دیا ہے ۔ اسی نے اس اعتراض و سوال کو بھی ختم کر دیا ہے جو ارشد صاحب نے سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس

عبادت کی بنیاد پر اٹھایا تھا۔ اس طرح کے سلسلے واقعات کے بارہ میں اہل توحید و سنت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی و الہام کے ذریعہ حضرات انبیاء و اولیاء کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور اسی کی قدرت اور اسی کے حکم سے کوئی خارق عادات ظہور میں آتا ہے اس لئے ایسے واقعات میں "علم غیب اور تصرف" کا وہ سوال اٹھانا جو ارشد صاحب نے اٹھایا ہے صرف افترا پردازی ہے۔ یہ بحث پوری تفصیل سے کتاب و سنت کی روشنی میں پہلے کی جا چکی ہے اس لئے یہاں صرف اس اشارہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یہ ساری بات تو ضمنی طور پر لکھی گئی۔ ہمیں تو یہاں حضرت مولانا علی میاں کے بارے میں صرف اتنا بتلانا تھا کہ دوسرے ایڈیشن کی اس بات کا ذکر ہم نے حضرت مولانا مدظلہ سے کیا اور ان کے بارے میں ارشد صاحب نے جو لکھا ہے وہ ان کو سنایا تو حضرت مولانا موصوف نے فرمایا۔

> مجھ سے کبھی کسی نے اس بارہ میں کوئی بات نہیں کی، نہ میں نے آج سے پہلے "زلزلہ" کی صورت دیکھی نہ مجھے معلوم تھا کہ زلزلہ میں سیرت سید احمد شہیدؒ کا بھی کوئی حوالہ دیا گیا ہے۔ الغرض مجھ سے متعلق یہ جتنی بات لکھی گئی ہے وہ سراسر افسانہ ہے۔

ہمارے نزدیک ارشد القادری صاحب نے اپنے ناظرین میں اپنی اور اپنی کتاب کی قدر و قیمت بڑھانے کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ سے متعلق یہ افسانہ گڑھا ہے۔ ابھی حال ہی میں ان قادری صاحب کے ایک قدیم شناسا نے ذکر کیا کہ یہ پہلے افسانہ نگاری کرتے تھے اور ان میں اس کی اچھی خاصی صلاحیت تھی لیکن کسی نے ان کو بتلایا کہ

ں سے بہت زیادہ نفع بخش ۔ مذہبی فتنہ انگیزی کا کاروبار ہے اور پھر انہوں نے اپنے لئے اسی میدان اور پیشہ کو پسند کر لیا ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ بات کہاں تک صحیح ہے ۔ ان کی کتاب زلزلہ ہی سے یہ اندازہ تو ہمارا بھی ہے کہ افسانہ نویسی کی ان میں اچھی صلاحیت ہے ۔

زلزلہ اور امریکہ کی لائبریری

زلزلہ کے دوسرے ایڈیشن کے اسی پیش لفظ میں قادری صاحب نے زلزلہ کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

> یہ بھی قبول عام کی بات کہی جاسکتی ہے کہ یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ کی لائبریری آف کانگرس کے ایک مراسلہ کے مطابق واشنگٹن میں انیس[19] لائبریریوں کے تعاون سے جو دنیا کی سب سے بڑی لائبریری قائم کی جارہی ہے اس کے منتظمین نے ہندوستانی زبان کی کتابوں میں سے نمائش کے لئے "زلزلہ" کو منتخب کیا ہے ۔ اس مراسلہ کا اردو ترجمہ اسی پیش لفظ میں کہیں ملاحظہ فرمایئے ۔
>
> (زلزلہ صہ)

پھر آگے صفحہ ۵۰ ۔ ۵۱ پر مراسلہ کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے ۔ کوئی بتلائے کہ اس کو اگر ارشد صاحب کا کرتب اور پیشہ ورانہ چال نہ کہا جائے تو آخر کیا کہا جائے ۔ ان کے سادہ لوح اور ناواقف معتقدین اور زلزلہ کے بے چارے ، بے خبر ناظرین اس سے یہی سمجھیں گے کہ ہمارے مولانا قادری صاحب کی کتاب کی غیر معمولی اور بین الاقوامی مقبولیت کی محکم دلیل ۔ اور گویا آسمانی شہادت ہے کہ امریکہ کی ایسی عظیم الشان لائبریری کے منتظمین نے ہندوستانی زبان کی کتابوں میں سے نمائش کے لئے زلزلہ کو منتخب کیا ہے ۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جو

مصنف کسی بھی اچھے یا برے ، حق یا باطل موضوع پر کوئی کتاب لکھے ، اگر اس کا ذکر اخبارات و رسائل میں آجائے اور اس لائبریری کے منتظمین کو اس کا علم ہو جائے تو بعینہ یہی مراسلہ اس کے پاس آتا ہے ۔ اگر بالفرض کوئی مصنف فحشیات کے موضوع پر کوئی کتاب لکھے ، یا معاذ اللہ خدا اور مذہب کے خلاف کوئی کتاب لکھی جائے اور اخبارات و رسائل میں اس کا چرچا ہو جائے تو اس کے مصنف کے پاس بھی یہی مراسلہ آجائے گا ۔

ہمارا خیال ہے کہ ارشد القادری صاحب اس بات سے ناواقف نہ ہوں گے ، لیکن انہوں نے اپنے ناظرین کی سادہ لوحی اور ناواقفی سے فائدہ اٹھانے کے لئے امریکی لائبریری کے اس مراسلہ کو "زلزلہ" کی مقبولیت اور بحیثیت مصنف کے اپنی کامیابی کی ایسی دلیل بنا کر پیش کیا ہے گویا کہ وہ آسمانی شہادت ہے ۔ شائد قادری صاحب نے ان کرتبوں کے استعمال میں قادیانیوں سے بھی استفادہ کیا ہے ۔ یہ ان لوگوں کا خاص فن ہے ۔

ارشد القادری صاحب نے زلزلہ کی شکل میں ہندوستان کے علمائے حق اور جماعت اہل حق پر اپنے اسلاف مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کا پرانا طریقہ چھوڑ کر ایک نئے انداز سے جو حملہ کیا تھا ۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کی مدد و توفیق سے اس کا پورا جواب ہو گیا ۔ اگر ناظرین کرام میں سے کوئی صاحب محسوس کریں کہ فلاں بحث پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے وہ ہمیں مطلع کریں ۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ ایڈیشن میں ہم ان کی فرمائش کی تعمیل کریں گے ۔

قادری صاحب نے "زلزلہ" میں بالکل نیا اور مظلومانہ انداز اختیار کر کے اس کی بھی ہوشیارانہ کوشش کی ہے کہ ان کی جماعت کا اب تک جو کردار اور رویہ رہا ہے ، اس پر پردہ ڈالا جائے ۔ اور وہ بالکل پس منظر میں چلا جائے ۔ اس لئے ہم نے ضرورۃً

سمجھا کہ اس جواب کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر مختصرا بریلوی فتنہ کی تاریخ اور اس کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے خاص اخلاق کے کردار کے بارہ میں بھی کچھ لکھ دیا جائے۔ اگلے صفحے سے ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے ۔

ضمیمہ

بریلی کا تکفیری فتنہ

مختصر تاریخ و تعارف

جن لوگوں کی اسلام اور امت مسلمہ کی تاریخ پر نظر ہے وہ واقف ہیں کہ عہد نبوت اور دور خلافت راشدہ کے بعد سے امت میں طرح طرح کے فتنے اور مذہبی اختلافات پیدا ہوتے رہے ہیں اور ان کی وجہ سے مسلمان مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹتے رہے اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہوتی رہی۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ ان سب فتنوں میں اصل ہاتھ شیطان کا رہا۔ ان میں بعض فتنے وہ ہیں جو ہمارے اس برصغیر ہی سے اٹھے (جو پہلے ایک ملک ہندوستان تھا اور اب تین حصوں میں بٹ گیا ہے اور جس میں دنیا کے سارے ملکوں سے زیادہ مسلمانوں کی آبادی ہے)، جہاں تک اپنی واقفیت اور معلومات ہیں کسی بھی مذہبی فتنے نے اتنے وسیع پیمانے پر مسلمانوں میں اختلاف و افتراق نہیں پیدا کیا اور ان کو باہم اتنا نہیں لڑایا اور ٹکرایا۔ جتنا کہ ہمارے ملک اور ہمارے اس دور میں (یعنی چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں)، پیدا ہونے والے بریلی کے تکفیری فتنہ نے جس کے خاص علمبردار مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی تھے۔ جن کے بارے میں ہندوستان و پاکستان کے پڑھے لکھے مسلمان عام طور سے جانتے ہیں کہ ان کا برا مست کی طرف انتہائی خبیث اور گندے

عقیدے منسوب کرکے ان کی تکفیر کرنا ان کا خاص وظیفہ اور مرغوب و محبوب کاروبار و مشغلہ تھا۔

اللہ عزیز و حکیم کی حکمت ہے اس نے مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور ان کے قلوب میں بنی آدم کی خیر خواہی اور ہدایت و رہنمائی کی تڑپ اور اس کے لئے بے چینی ودیعت فرمادی اور یہی چیز درجہ بدرجہ ان کے نائبین و وارثین کو عطا فرمائی۔ اور اسی عزیز و حکیم نے شیاطین الانس والجن کو بھی پیدا فرمایا اور ان میں اور ان کی ذریت میں اولاد آدم کی بدخواہی اور ان کو فتنہ و فساد اور گمراہی میں مبتلا کرنے کا ایسا مادہ رکھ دیا کہ یہی گویا ان کی فطرت و جبلت ہے اور وہ اسی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

ندوۃ العلماء کا قیام اور وسیع پیمانے پر خاں صاحب بریلوی کی تکفیری سرگرمیوں کا آغاز!

جہاں تک ہمارا علم اور مطالعہ ہے وسیع پیمانے پر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تکفیری مہم کا جوش و خروش، اس وقت شروع ہوا جب ۱۳۱۱ھ میں کانپور کے ایک جلسہ میں (جس کے خاص بانی اور محرک مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور جس میں ہندوستان بھر کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء اور مشاہیر شریک تھے اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی شریک تھے) ندوۃ العلماء کے نام سے علمائے ہند کی ایک وسیع المقاصد انجمن یا مجلس کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ ہمارے علم میں ہندوستانی علماء و مشائخ کی یہ پہلی وسیع تنظیم اور ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی پہلی مبارک کوشش تھی۔

ندوۃ العلماء کے خلاف خانصاحب بریلوی کی جنگ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کسی بات سے ناراض ہو کر جلسہ کے اختتام سے پہلے ہی، واپس آگئے۔ ان کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بے حد کینہ پرور قسم کے آدمی تھے انہوں نے ندوۃ العلماء کے خلاف اشتہار بازی، اور رسالہ بازی کی ایک طوفانی مہم شروع کر دی تھی۔ ان کے ایک خلیفہ مولوی محمود جان کاٹھیاواڑی نے ان کی ایک منظوم سوانح عمری ذکر رضا کے نام سے لکھی ہے اس میں ان کے، سب سے بڑے اور درخشاں کارنامے کی حیثیت سے اس کا ذکر کیا ہے کہ "اعلیٰ حضرت نے ندوہ اور ندوہ والوں کے رد میں بے گنتی اشتہارات کے علاوہ سو کے قریب رسالے لکھے اور ندوہ کا نام و نشان مٹا دیا" (ذکر رضا ص)

لہ ۱۳۱۱ھ میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا تھا تو وہ علماء کی انجمن اور ایک مجلس ہی تھی جس کے مقاصد بہت وسیع تھے دینی مدارس کی اصلاح اور ان کو عصر حاضر کی ضروریات کے مطابق زیادہ مفید بنانے کی جدوجہد اس کے اہم مقاصد میں سے تھی اس مجلس اور انجمن ہی کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی گولہ باری کا نشانہ بنایا تھا اس وقت ندوہ کسی مدرسہ کا نام نہیں تھا دارالعلوم ندوۃ العلماء اس کے بہت بعد قائم ہوا تھا جو اب تک جاری ہے۔ الغرض مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تکفیری مہم کا نشانہ موجودہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نہیں تھا۔ بلکہ ہندوستان کے مختلف الخیال علماء کی وہ تنظیم تھی جو ۱۳۱۱ھ میں قائم ہوئی تھی اور بلاشبہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی اس تکفیری مہم نے اس کو بے حد نقصان پہنچایا۔"

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ندوہ کی تخریب اور اہل ندوہ کی تکفیر میں سو کے قریب جو رسالے لکھے تھے ان میں سے بہت سوں کے دیکھنے کا ہمیں بھی اتفاق ہوا ہے ان سب میں اہل ندوۃ کے کفر کی سب سے بڑی دلیل یہ دی گئی ہے کہ انہوں نے وہابیوں غیر مقلدوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے، اور وہ لوگ اسماعیل دہلوی (یعنی حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ) کو اپنا بڑا اور پیشوا مانتے ہیں اور وہ ستر وجہ سے یا اس سے بھی زیادہ وجوہ سے کافر ہے۔

(سل السیوف الہندیہ اور الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ)

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ندوۃ العلماء کے خلاف یہ تکفیری مہم ۱۳۱۰ھ سے سبحانی شروع کی تھی، برسوں تک پورے زور و شور سے یہ گولہ باری جاری رہی۔ یہاں تک کہ حرمین شریفین کے علماء سے بھی ان کو یہ بتلا کر کہ یہ ندوہ والے ایسے ملحد اور بے دین ہیں اور ان کے عقائد ایسے ملحدانہ اور کافرانہ ہیں، ان کے کفر کا فتوےٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حاصل کیا اور "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" کے نام سے چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا۔

یہ واقعہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے اس فن کے کامل استاد اور بڑے ماہر تھے۔ ندوہ والوں کے پاس اگرچہ اصحاب علم و قلم کی فوج تھی لیکن ان بریلوی خاں صاحب کے تکفیری اشتہاروں اور رسالوں کی دھواں دھار بارش کو دیکھ کر انہیں بالآخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ خیریت اسی میں ہے کہ ان باتوں کا کوئی نوٹس نہ لو اور کوئی جواب نہ دو۔ بس اپنے کام میں لگے رہو۔

ندوۃ العلماء کے بعد اکابر علماء دیوبند پر نظر عنایت

اکابر علمائے دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما اور ان کے رفقاء انگریزی حکومت کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ میں شاملی کے محاذ پر ناکام ہو جانے اور پورے ہندوستان پر انگریزوں کا پورا تسلط قائم ہو جانے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے، بلکہ کہنا چاہیئے کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے ان کے قلوب میں یہ ڈالا کہ اب اس ملک میں اللہ تعالٰی کے مقدس دین کی خدمت اور حفاظت کا خاص ذریعہ ایسے دینی مدارس ہوں گے جن میں مخصوص طرز کی دینی تعلیم و تربیت سے وہ افراد تیار کئے جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امانت علم و ہدایت کے وارث و امین ہوں اور دین کو اپنے جان و مال اور ہر چیز سے زیادہ عزیز سمجھیں اپنی زندگیاں اسی کے لئے وقف کر دیں۔

اس منصوبے کے مطابق ان حضرات نے سب سے پہلے ضلع سہارنپور کے قصبہ دیوبند میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ اللہ تعالٰی نے اس میں برکت دی اور چند ہی برسوں میں، اس شجرۂ طیبہ کے یہ ثمرات دیکھنے میں آئے کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی۔ (شیخ الہند)، حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی، اور بعد کے طبقات میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (حکیم الامت)، حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین، جیسے حضرات پیدا ہوئے جو علم نبوت کے حامل و وارث ہونے کے ساتھ امت کے لئے آئمۂ رشد و ہدایت اور ملت اسلامیہ ہندیہ کے دین و ایمان کے پاسبان بھی تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں یہ خصوصی تعلیمی و تربیتی اور تعمیری کام اخلاص و للہیت اور پوری خاکساری کے ساتھ ہوتا رہا۔ اس کے فضلاء ملک میں پھیلتے رہے جو جہاں جاکر بیٹھ گیا اپنے اخلاص و للہیت امانت کی بے لوث دینی خدمت کی وجہ سے اس خطہ کے مسلمانوں کا مرجع بن گیا۔ پھر اسی مقصد کے لئے اسی طرز پر مختلف شہروں میں اور بھی متعدد مدرسے ان حضرات نے قائم کئے۔ یہ سب دارالعلوم دیوبند ہی سے نکلی ہوئی نہریں اور اسی شجرۂ طیبہ کی شاخیں تھیں اور پورا مسلم ہندیہ کے دینی گلبے اور اسلامی شرافت کی چھاپ نمایاں تھیں۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کو ملک میں علم و دین کے لحاظ سے ایک خاص مرجعیت اور مرکزیت حاصل ہوگئی اور یہاں کے با خبر اور باشعور مسلمان دارالعلوم کو ہندوستان میں دین محمدی کا مرکزی قلعہ سمجھنے لگے۔

ٹھیک اس وقت جب کہ دارالعلوم دیوبند اور اکابر علمائے دیوبند کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مقبولیت عامہ کا یہ مقام حاصل ہوا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو تقریباً دس سال سے ندوۃ العلماء کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور اپنے نزدیک ندوہ کی انجمن کو درہم برہم کر کے اس مہم کو سر کر چکے تھے، اپنی نظر عنایت ان اکابر علمائے دیوبند کی طرف پھیر دی ۱۳۲۳ھ میں ان کی کتاب "المعتمد المستند" چھپی جس میں پہلی دفعہ اکابر حضرات دیوبند حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی، قطب عالم حضرت گنگوہی، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہ کی قطعی تکفیر کی اور لکھا کہ۔

" یہ ایسے کافر کفر ہیں کہ جو کوئی ان کے کفر میں شک و شبہ کرے وہ بھی قطعی کافر اور جہنمی ہے "

اکابر علمائے دیوبند کا خاموشی اور صرفِ نظر کا فیصلہ

میں نے اپنے بعض اکابر سے سنا ہے کہ کافی مدت تک تو اکابر دارالعلوم کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی اس کتاب اور اس میں کئے گئے تکفیری جملے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ پھر غالباً ۱۳۲۲ھ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو، جو اس وقت دارالعلوم کے جوان عمر فضلاء میں سے تھے، کہیں اس کا پتہ چلا۔ انہوں نے کسی طرح کتاب حاصل کی اور اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اب ہم لوگوں کی طرف رُخ کیا ہے، مجھے جواب دینے کی اجازت دی جائے میں اس سے نپٹ لوں گا۔ جب حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو ساتھ لے کر قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو جماعت دیوبند کے شیخ و مقتدا اور دارالعلوم کے سرپرست تھے۔

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے وہی بات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی، قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

ارے بھئی تم کہاں تک اس شخص (یعنی مولوی احمد رضا خاں صاحب) کی باتوں کا جواب دوگے اور کہاں تک کتابیں لکھوگے وہ تو روز، روز نئے الزام گھڑے گا اور کتابوں، پمفلٹوں اور اخباروں پر اشتہار چھاپے گا اس کو تو دنیا میں بس یہی کام ہے، شاید یہی اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کیا ہے۔ نداہ والوں کے ساتھ جو کچھ اس نے کیا ہے وہ سامنے ہے اس لئے میری رائے تو یہی ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور دینی خدمت کے اپنے

کام میں لگے رہو۔ اپنی آخرت کی فکر کرو۔ بہرحال اس وقت یہی طے رہا کہ مولوی احمد رضا خاں کی ان خرافات کا کوئی جواب نہ دیا جائے۔

اس وقت تک مولوی احمد رضا خاں کے اس فتنہ کا عام مسلمانوں پر کوئی اثر بھی نہیں پڑا تھا بلکہ کوئی خاص چرچا بھی نہیں ہوا۔ کیوں کہ یہ کتاب "المعتمد المستند" عربی میں تھی۔

مولوی احمد رضا خاں کی فریب کاری اور "حسام الحرمین" کا فتنہ

غالباً اپنے اس تکفیری فتوے اور فتنے کی بے اثری دیکھ کر ہی مولوی احمد رضا خاں نے ۱۳۲۳ھ کے آخر میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کا ایک فتوے مرتب کر کے وہاں کے علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کے پاس پہنچے اور نہایت ہی مکارانہ اور پرفریب انداز میں ان حضرات سے فریاد کی کہ، ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر بڑا سخت وقت آگیا ہے وہاں ارتداد اور زندقہ کی، آندھیاں چل رہی ہیں۔ کچھ لوگ مسلمانوں ہی میں جن کو عوام علما، اور مشائخ بھی سمجھتے ہیں ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نہایت خبیث قسم کے کافرانہ عقیدے رکھتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی شانِ عالی میں گستاخیاں کرتے ہیں، عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اور اس کے کلام پاک کو معاذاللہ جھوٹا کہتے ہیں اور لوگ ان کو عالم مولوی سمجھ کر ان کی باتوں کو قبول کر رہے ہیں۔

ہم غرباء اور ضعفاء سے جہاں تک ہو سکتا ہے ہم اس فتنہ کا مقابلہ کر رہے ہیں لیکن ہمارے ملک میں اس فتنہ نے طوفانی آندھی اور سیلاب کی شکل اختیار کر لی ہے آپ حضرات یعنی حرمین شریفین کے علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی مدد کے بغیر اس فتنہ کے معرکے میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ حضرات اللہ کے مقدس شہر مکہ مکرمہ اور اس کے رسول علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے پاک شہر مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں ہندوستانی مسلمانوں کے قلوب میں آپ کی خاص عظمت اور وقعت ہے اگر آپ حضرات ان مرتدین کی تکفیر کے اس فتویٰ کی تصدیق فرما دیں تو ہمارے ملک کے عام مسلمان اس فتنہ سے محفوظ ہو جائیں گے۔ ورنہ یہ فتنہ الیسا شدید اور طوفانی ہے کہ ان کا ایمان پر قائم و ثابت رہنا سخت مشکل ہے۔

الغیاث الغیاث یا خیل اللہ ۔ المدد المدد و اے خدا کے لشکرو

یا فرسان عساکر رسول اللہ ۔ المدد المدد اے لشکر محمدی کے شہسوارو

الغرض مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حرمین شریفین کے ان علمائے کرام کے سامنے جو اصل واقعات و حالات سے بالکل بے خبر تھے، اور اردو زبان نہ جاننے کی وجہ سے اکابر جماعت دیو بند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خاں صاحب نے انکار ختم نبوت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وسلم کی توہین و تنقیص جیسے کفریات مضامین منسوب کئے تھے، اپنا یہ جعلی فتویٰ اسی انداز میں اور اسی تمہید کے ساتھ پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہر لگ جانے سے وابستہ ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو خدانخواستہ وہ سب مرتد و ملحد ہو جائیں گے۔

(مولوی احمد رضا خاں صاحب کا یہ مکارانہ، پرفریب بیان حسام الحرمین کی تمہید میں دیکھا جا سکتا ہے)

حرمین شریفین کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ان پرفریب باتوں کو حقیقت اور واقعہ سمجھا اور انہوں نے پورے ایمانی جذبہ کے ساتھ ان کے اس تکفیری فتوے پر تصدیقیں لکھ دیں۔ اور پھر یہی فتویٰ اردو ترجمہ کے ساتھ تمام

الحرمین کے نام سے شائع ہوا، اور پروپیگنڈے کی پوری طاقت کے ساتھ پورے ملک میں ہنگامہ اور شور برپا کر دیا گیا کہ جماعت دیوبند کے ان اکابر اور مشاہیر (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے متعلق مکہ و مدینہ کے علمائے کرام نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور جہنمی ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر و جہنمی ہے اور ان میں سے ایک ایک کے قتل کرنے میں ہزاروں کافروں کے مارنے سے زیادہ ثواب ہے۔ (معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

یہ واقعہ ۱۳۲۳ھ یا ۱۳۲۴ھ کا ہے۔ میں نے اپنے بعض اکابر سے سنا ہے کہ مولوی احمد رضا خان کی اس مکارانہ چال نے اور بے پناہ پروپیگنڈے نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ برپا کر دیا اور بہت سے وہ لوگ بھی جو مولوی احمد رضا خان کی بدنام زمانہ فتوے بازی سے بالکل اثر نہیں لیتے تھے، علمائے حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہوگئے اور حالات ایسے ہوگئے کہ خاموشی اور صرف نظر کی کوئی گنجائش نہیں رہی اور شرعاً یہ ضروری ہوگیا کہ اس افتراء پردازی کی تردید کی جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندوں کو اس فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔

اکابر علماء دیوبند کا مدافعت اور جواب کا فیصلہ

اس فتویٰ "حسام الحرمین" میں جن چار بزرگوں کی کتابوں اور تحریروں پر کفر کا حکم لگایا گیا تھا جن کے اسمائے گرامی اوپر درج ہو چکے ہیں، ان میں سے صرف دو اس وقت بقید حیات تھے۔ (۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (۲) حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالے علیہا ۔ ان دونوں بزرگوں نے اسی زمانے میں اپنے ، بیانات دیئے جن میں صراحت کے ساتھ لکھا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ، حسام الحرمین میں ہم لوگوں کی طرف جو عقائد اور جو مضامین منسوب کئے ہیں وہ ان کا ہم پر محض افتراء اور بہتان ہے ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود خارج از اسلام سمجھتے ہیں ۔

ان بزرگوں کے یہ بیانات اسی زمانے میں مختلف رسالوں میں شائع ہو گئے تھے ۔ مثلاً "السحاب المدرار" "الختم علی لسان الخصم" "قطع الوتین" وغیرہ ، بلکہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا بیان تو "بسط البنان" کے نام سے ایک مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہوا تھا ۔

اسی زمانہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے تکفیری فتوے پر حرمین شریفین کے علماء کی تصدیق حاصل کرکے جب وہاں سے ہندوستان آ گئے تو حرمین شریفین کے بعض علماء کو معلوم ہوا کہ اس ہندوستانی مولوی (احمد رضا خان) نے جس تکفیری فتوے پر ہم سے تصدیق کرائی ہے اس میں دوسرے فریق کے عقائد کے بارے میں غلط بیانی کی گئی ہے ان لوگوں کے عقیدے ایسے نہیں ہیں ۔

اس پر وہاں کے بعض علمائے کرام نے خود علمائے دیوبند کی طرف رجوع کرکے معاملہ کی تحقیقات کرنا ضروری سمجھا ۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں نے اپنے فتوے میں اکابر علمائے دیوبند کی طرف جو عقیدے منسوب کئے تھے اور اس کے سوا اور بہت سی باتیں جو ان کے بارے میں زبانی ان حضرات سے کہی تھیں ان سب امور سے متعلق ان حضرات نے سوالات لکھ کے ، علمائے دیوبند سے ان کا جواب چاہا ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے ان کا مفصل جواب تحریر فرمایا ۔ اور وہ جواب حرمین شریفین کے علمائے کرام

کے پاس بھیجا گیا۔ ان تمام حضرات نے ان جوابات پر اپنا اطمینان ظاہر کیا اور لکھا کہ یہی عقیدے اہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں اور ان میں کوئی بات بھی مسلک اہل السنۃ کے خلاف نہیں ہے۔ یہ سوالات و جوابات ہندوستان اور حرمین شریفین کے علمائے کرام کی تصدیقات کے ساتھ اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ کتابی صورت میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے شائع ہوگئے تھے۔

الحمد للہ! ان چیزوں کی اشاعت سے وہ فتنہ جو حسام الحرمین کی وجہ سے ہندوستان میں برپا ہوگیا تھا بڑی حد تک ختم ہوگیا۔ پھر اسی دور میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن، صاحب چاندپوری، اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے "حسام الحرمین" کے مستقل رسائل میں مفصل جوابات بھی لکھے جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھایا کہ مولوی احمد رضا خاں نے "حسام الحرمین" میں اکابر علمائے دیوبند کی طرف جن عقیدوں کو منسوب کیا ہے ان کی حقیقت جعل و فریب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کردیا اور گویا جماعت دیوبند کی طرف سے اس وقت یہ بحث ختم کر دی گئی لیکن مولوی احمد رضا خاں اور ان کے متبعین کی طرف سے تکفیر اور تفریق کی مہم اسی طرح چلتی رہی مگر اس میں کچھ جان نہیں رہی۔

تحریک خلافت میں شریک ہونیوالے فرنگی محلی اور بدایونی علماء پر بھی فتویٰ بازی اور ان کو فرقۂ گاندھویہ کا لقب!

پھر پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے بعد جب مقامات مقدسہ پر یورپ کی اتحادی طاقتوں کا قبضہ ہوگیا اور خلافت اسلامیہ نرغہ میں آگئی۔ اور ہندوستان میں تحریک خلافت اٹھی اور یہاں کے نوے فیصدی سے زیادہ علماء اپنے مسلکی،

اختلافات کو نظر انداز کر کے مقاماتِ مقدسہ اور خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے یہاں تک کہ وہ علماءِ بدایوں بھی اس قافلہ میں شریک ہو گئے جو اب تک مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تکفیری مہم میں ان کے پورے ہم نوا بنے تھے۔ تو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تحریکِ خلافت میں شریک ہونے والے ان تمام علماء کا نام "فرقہ گاندھویہ" رکھا اور اپنی عادت کے مطابق ان کے خلاف رسالوں اور اشتہاروں کی جنگ شروع کر دی اور اس جنگ میں اپنا خاص نشانہ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور علمائے بدایوں کو بنایا ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مولوی احمد رضا خاں کے بعد ان کی ذریت اور اخلاف کا رویہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا انتقال تو تحریک خلافت کے دور ہی میں ۱۳۴۰ھ میں ہو گیا لیکن وہ اپنے بعد اپنے اخلاف کی ایک خاص ٹولی چھوڑ گئے جس نے ان کے اس تکفیری کاروبار کو اسی طرح جاری رکھا۔

بریلوی فتنہ کا تکمیلی کارنامہ اور مکمل آئینہ "تجانب اہل السنۃ"

اگر کوئی صاحب اس رضا خانی بریلوی تکفیری فتنہ کے حدود اربعہ کو جاننا چاہیں تو اس کے لئے ان کو اس سلسلہ کی صرف ایک کتاب "تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ" کا مطالعہ کافی ہوگا۔ چونکہ ہمیں اندازہ ہے کہ ہمارے ناظرین کرام میں سے ایک فیصد کو بھی اس کتاب کے مطالعہ کا موقع نہ ملا ہوگا اور نہ غالباً مل سکے گا۔ اس لئے چند، اقتباسات ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ یہ کتاب ہمارے نزدیک مولوی احمد رضا خاں صاحب

کے تکفیری مشن کا پورا آئینہ اور بریلوی فرقہ کا صحیفہ جامعہ ہے ۔ ناظرین کرام پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

(۱)

مسلمانوں کی تمام جماعتوں کا شجرہ اور مکمل تکفیر

" وہ اسی پیر نیچر (سر سید احمد خاں) کے اذناب و متبعین و مقلدین و معتقدین ، وہ فتنے نیاچرہ ہیں جو مسلمانوں کے دین و ایمان اور ان کے دنیوی سروسامان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ نئی نئی کمیٹیاں ، نئی نئی پارٹیاں گڑھتے رہتے ہیں اور بعض بندگان زر اور بدلم کنندۂ نکو نامے چند نام کے مولویوں کو اپنے کفری مقاصد کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں ۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس و ندوۃ العلماء ، و خدام کعبہ ، و خلافت کمیٹی ، و جمعیۃ العلماء ہند ، و خدام الحرمین و اتحاد ملت ، و مجلس احرار ، و مسلم لیگ ، و اتحاد کانفرنس ، و مسلم آزاد کانفرنس ، و خاکی فوج ، و جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ ، و سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور ، و امارت شرعیہ بہار شریف ، و آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لئے ان ہی کفرہ نیاچرہ نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے آزاد اور دنیوی سروسامان سے بھی تہی دست بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھوں سے یا دوسرے بددینوں بدمذہبوں کو اپنا شریک کار بنا کر یا بعض جاہلوں ، سادہ لوح بے وقوفوں یا چند دین فروش دنیا خریشانوں کو اپنے دام فریب میں پھانس کر انہیں اپنا آلۂ کار بنا کر گڑھی ہیں ۔

پھر جب ان ملعونوں نے دیکھا کہ بہت سے غربا ۔ اہل اسلام ان کمیٹیوں کی

طرف متوجہ نہیں ہوتے اور بے چارے دن بھر محنت و مزدوری کر کے رات کو تھکے
گھر آکر بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے اور نماز و روزہ و میلاد شریف و گیارہویں شریف و
سوئم و چہلم و عرس وغیرہ اعمالِ اسلامیہ میں نہایت خاموشی کے ساتھ مشغول
ہیں ان کو ان نیچری کانفرنسوں کی طرف مطلقاً کبھی توجہ نہیں ہوتی .... اور
نیچری مرتدوں کو اپنی ہنگامہ آرائیوں کے لئے ایسے ہی بھولے بھالے سنی مسلمانوں
دین پاک کے نام پر جی جان سے قربان ہونے والوں کی ضرورت تھی تو ان بد دینوں
نے ان عوام مسلمین کو پھانسنے کے لئے اصلاح قوم کے نام سے قومی جمعیت کو
آڑ بنا کر کپڑا بننے والوں کی مومن کانفرنس، جمعیۃ المؤمنین، جمعیۃ الانصار،
روئی دھنکنے والوں کی جمعیۃ المنصور، کپڑا سینے والوں کی جمعیۃ الادریسیہ،
قصابوں کی جمعیۃ القریش، سبزی فروشوں کی جمعیۃ الراعین، پٹھانوں کی افغان
کانفرنس، سیدوں کی سید کانفرنس، سوداگروں کی سوداگری کانفرنس، حجاموں
کی جمعیۃ آل عباس، کمبوہوں کی آل انڈیا کمبوہ کانفرنس، بنجاروں کی آل
انڈیا بنجارہ کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گڑھیں یا انہیں دوسروں سے گڑھوائیں
تاکہ غریب دیندار مسلمانوں کو قومی جکڑبندیوں میں جکڑ کر قومی ترقی، قومی اصلاح
و فلاح کا سبز باغ دکھا کر ان کو گمراہ کیا جا سکے "

(تجانب اہل السنۃ صفحہ ۹۱)

اللہ کے لئے بتائیے! کہ مسلمانوں کی کون سی جماعت اور کون سا حلقہ ایسا ہے جس کو
اس عبارت میں نشانہ نہ بنایا گیا ہو، اس کی خبر نہ لی گئی ہو؟

مسلم لیگ

اس کتاب تجانب اہل السنۃ میں ص۱۱۶ سے ص۱۲۲ تک مسلم لیگ کی خبر لی گئی ہے اس مضمون میں پہلے مسلم لیگ کے ان چار مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے دستور میں درج تھے اور فارم کونیشن پر بھی چھپے تھے۔ (یعنی ہندوستان میں آزاد جمہوری حکومت کا قیام۔ ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی حقوق و مفادات کی حفاظت ہندوستان کے مختلف مذہبی فرقوں میں اتحاد و اتفاق کی کوشش۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں رشتۂ اخوت اور بھائی چارہ کو مضبوط کرنے کی فکر و جد و جہد) ملخصا، پھر ان مقاصد پر تفصیل سے تنقید کی گئی ہے اور مسلم لیگ کے بارہ میں فتویٰ دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی چند سطریں یہ ہیں۔

- یہ چار دل مقاصد لیگیہ مشتمل بر محرمات و خباثات و شناعات بلکہ منجر باشد ضلالات و کفریات ہیں۔ (ص۱۱۶)
- لیگ کا دستور اساسی بکثرت کفریات و ضلالات و وبالات پر مشتمل ہے (ص۱۲۲)

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا آزاد مرحوم و مغفور کے بارے میں کئی صفحے میں گل افشانی فرمائی گئی ہے اس سلسلہ کی بھی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

مسٹر ابوالکلام آزاد کے عقائد جس کی تفصیل تام اور ان پر رد اور شرعی احکام .... رسالہ مبارکہ مسمیٰ بنام تاریخی "قہر القہار علی اصول الکفار صویۃ الکفار" اور حضور پر نور امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی مولانا شاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنا کے رسائل مقدسہ مسمیٰ بنام تاریخی "تابع النور علی سوالات جبلفور" میں ملاحظہ ہوں۔" (تجانب اہل السنۃ ص۱۲۴)

"یہی مرتد ابوالکلام آزاد اپنی اسی ناپاک کتاب ترجمان القرآن میں لکھتا ہے" (ص۳۷۳)،

"ان ناپاک ملعون عبارتوں میں دین سے آزاد مسٹر ابوالکلام مرتد نے صاف صاف بک دیا" (ص۱۲۵)،

بریلویوں میں اگر کسی کو شرافتِ نفس نصیب ہے تو وہ اس "پاکیزہ نویسی" کی داد دے!

مولانا شبلیؒ —— مولانا حالیؒ —— ڈاکٹر اقبالؒ

بریلویوں کی خاص اصطلاح میں ایک فرقہ "صلح کلیہ" بھی ہے۔ اس سے مراد غالباً وہ حضرات تھے جو مسلمانوں کو مشورہ دیتے تھے کہ وہ آپس میں نہ لڑیں اور مصالحت پسندی کا رویہ اختیار کریں۔ مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالی مرحوم، اور ڈاکٹر اقبال مرحوم و مغفور کا خاص جرم ان بریلویوں کے نزدیک یہ ہے کہ وہ بھی اسی طرح کے تھے۔ بریلویوں کے مقدس صحیفہ "تجانب اہل السنۃ" میں تینوں حضرات کی اس طرح خبر لی گئی ہے، ذائقہ تو ناظرین کرام کا یقیناً خراب ہوگا لیکن اس سلسلے کے بھی چند اقتباس یہاں پڑھ لیجئے،

"ان صلح کلی لیڈروں میں اعظم گڑھ کے مولوی شبلی، اور الطاف حسین حالی، اور زمانۂ حال کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال بہت نمایاں ہستی رکھتے ہیں ان کی صلح کلیت اپنی حد سے گزر کر شدید نیچریت و دہریت تک پہنچی ہوئی ہے انہوں نے اپنے مضامین نظم و نثر کے ذریعہ سے نیچریت کا زبردست پرچار کیا ہے شبلی اعظم گڑھی کی نیچریت و دہریت اس کی کتابوں "سیرۃ النبی والفاروق و سیرت النعمان" میں اپنے زندیقی کرشموں کی بہار اور الحادی جوبنوں کا ابھار دکھا رہی ہے،

(صفحہ ۲۰۹)

مولانا حالی مرحوم کے بارے میں ارشاد ہے۔

۲ الطاف حسین حالی نے ایک مسدس لکھا، جس کا نام "مد و جزرِ اسلام" رکھا۔ نیچری لیڈروں، صلح کلی داخلوں نے اس کی اشاعت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ رشید ۲۹
تیگے مسدس حالی کے بارے میں لکھا ہے: "حالی اپنے مسدس کے، صفحہ ۱۱ پر کہتا ہے

سکھائی انہیں نوعِ انساں کی شفقت | کہا ہے یا سلامیوں کی علامت
کہ ہمسائے رکھتے ہیں وہ محبت | شب و روز پہنچانے ہیں وہ انکو راحت

وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لئے چاہتے ہیں

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر | نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر | پڑے غم کا نہ سایہ اس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

ڈرایا تعصب سے انکو یہ کہہ کر | کہ زندہ رہا جو اور مرا جو اسی پر
ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر | وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اس کے یاور

نہیں حق سے کچھ اس محبت کا بہرہ
کہ تم کو اندھا کرے اور بہرہ"

ان ۹ شعروں میں حالی نے اس ملعون صلح کلیت کا افترا حضور اقدس سید
مقابہ بن علی، مدارِ رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر کیا ہے۔

جس کی تعلیم تیکیوں کے سیاسی پیغمبر مسٹر جناح نے اپنی سیاسی امت کو اپنے پیغام عید الفطر ۱۳۶۳ھ میں دی ہے۔ (صفحہ ۳۴۳)

- مسٹر حالی کے اس مسدس میں بیسیوں کفریات کے اظہار ہیں اور بڑی بڑی ضلالات کے طومار۔ (صفحہ ۳۴۴)

اقبالؔ آخر میں ذرا ڈاکٹر اقبال مرحوم و مغفور کے بارے میں بھی سن لیجئے!

- اسی طرح فلسفی نیچریت ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی و اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے، کہیں علمائے شریعت و ائمہ طریقت پر حملوں کی بوچھاڑ ہے، کہیں سیدنا جبرئیل امین و سیدنا موسیٰ کلیم و سیدنا عیسیٰ مسیح علیہم الصلوۃ کی تنقیصوں، تو ہینوں کا انبار ہے، کہیں شریعت محمدیہ علی صاحبہا و آلہ الصلوۃ والتحیۃ و احکام مذہبیہ و عقائد اسلامیہ پر تمسخر و استہزاء و انکار ہے، کہیں اپنی زندیقیت و بے دینی کا کھلا ہوا اقرار ہے۔ (صفحہ ۳۴۴، ۳۴۵)

امید ہے کہ "تجانب اہل السنۃ" کے ان اقتباسات سے ناظرین کرام نے رضا خانی بریلوی فرقہ کے ذوق مزاج اور تیزو تہذیب سے ناآشنا اس کی پست ذہنیت اور اس کے تکفیری جنون کا کچھ اندازہ کر لیا ہوگا۔ اور ان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی کون سی جماعت، کون سا حلقہ، اور کون بھلا آدمی ہے جو ان کی تکفیری گولہ باری کا نشانہ نہ بنا ہو۔

تجانب اہل السنۃ بریلویوں کا صحیفۂ جامعہ

یہ "تجانب اہل السنۃ" جو ایک سوال کے جواب میں بطور فتوے کے لکھی گئی ہے۔ بڑے سائز کے قریباً پونے پانچ سو صفحات کی ضخیم کتاب ہے اور مولوی احمد رضا خاں اور ان کے اخلاف کے سارے تکفیری فتووں اور رسالوں کا جامع دفتر اور بریلوی فرقہ کا مستند صحیفۂ جامعہ ہے۔

بریلویوں کے مشہور عالم و مناظر مولوی حشمت علی خاں جن کو اس فرقے کے علماء بھی مظہر اعلیٰ حضرت کہتے اور لکھتے تھے اور اسی لئے مولوی حامد رضا خاں صاحب نے لاہور کے مناظرہ میں ان کو اپنا وکیل مطلق بنایا تھا، انہوں نے اسی "تجانب اہل السنۃ" کے بارے میں اپنی پوری رضا خانی بریلوی برادری کو مخاطب کر کے بطور وصیت اور نصیحت کے لکھا ہے کہ۔

"فقیر ...... کی اپنے تمام مخلص سنی بھائیوں، دوستوں، عزیزوں، مریدوں متوسلوں کو یہ شرعی وصیت دینی نصیحت ہے کہ اس فتوائے مبارکہ "تجانب اہل السنۃ" کو اپنا دستور العمل بنائیں اسی کو کھرا کھوٹا پرکھنے کا معیار ٹھہرائیں"

(تجانب اہل السنۃ ص۴۱۳، تحریر مولوی حشمت علی خاں ص۱۳)

زلزلہ کے مصنف سے ایک سوال

اس موقع پر ہم "زلزلہ" کے مصنف ارشد القادری صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ائمہ سلف (مولوی احمد رضا خان اور مولوی حشمت علی خاں وغیرہ) کا تکفیری گولہ باری کا پرانا اور موروثی موضوع اور طریقہ چھوڑ کر "زلزلہ" والا یہ نیا مصنوعی موضوع اور

اور طرزِ بحث کیوں اختیار کیا ؟

کیا آپ نے بھی محسوس کر لیا ہے کہ " عالم الحرمین " سے لے کر " تجانب اہل السنۃ " تک تکفیر کے جو نشتر اور گولے داغے گئے وہ غلط اور بد دیانتی پر مبنی تھے ؟ اگر ایسا ہے تو کھل کر اس کا اعتراف اور اعلان کیجئے ۔ اور اگر آپ یہ اعتراف نہ کریں تو ہم اور معاملہ پر غور کرنے والے سب حقیقت شناس یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ اتنی بات آپ نے ضرور سمجھ لی ہے کہ اب زمانہ اس تکفیری کاروبار کے چلنے کا نہیں رہا ، اس کے بازار اب بند ہو گئے اس لئے آپ نے یہ دوسرا راستہ اختیار کیا ہے ۔ یہ بات ایمانداری کی ہو یا نہ ہو لیکن ایک درجہ کی دنیاوی سمجھ داری کی بات ضرور ہے ۔

مولوی احمد رضا خاں اور ان کی ذریت کی فاحشانہ زبان اور ذہنیت ! کیا کوئی شریف آدمی یہ زبان بول اور لکھ سکتا ہے ؟

مولوی احمد رضا خاں بریلوی خالص دینی و مذہبی مباحث میں بھی اپنے مخالفین کے حق میں بعض اوقات بڑی غیر شریفانہ بلکہ فاحشانہ زبان استعمال کرتے تھے ۔ اور سنا ہے کہ اس کو قابلِ فخر کمال سمجھتے تھے ۔ اگرچہ ناظرین کرام کے ذوقِ سلیم پر گراں گزرے گا لیکن بریلوی فتنہ کی حقیقت و نوعیت سمجھنے کے لئے اس سے واقف ہونا بھی ضروری ہے ۔

ناظرین کرام کو ان لوگوں کی بد زبانی کا کسی قدر اندازہ تو " تجانب اہل السنۃ " کے مندرجۂ بالا اقتباسات سے بھی ہو گیا ہو گا لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ان کے مقتدٰی

اور امام الکل " مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ایک دو عبارتیں بھی نمونہ کے طور پر نقل کر دی جائیں ۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ " وہابیوں کی خبر اس طرح لی گئی ہے ۔

" وہابی ایسے کو خدا مانتا ہے .... جس کا .... کھانا ، پینا ، پیشاب کرنا ، پاخانہ پھرنا ، ناچنا ، بھتر کنا ، نٹ کی طرح کلا کھیلنا ، عورتوں سے جماع کرنا ، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا ، حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا ، کوئی خباثت ، کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں "

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۲۳۶)

مضمون کی افتراء پردازی سے قطع نظر اس ملعون عبارت کے نقل کرنے سے اس وقت مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ بریلویوں کے یہ اعلیٰ حضرت اور امام الکل کس ذوق اور ذہنیت کے آدمی تھے اور زبان کتنی پاکیزہ پائی تھی ۔ ان اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب ہیں دجواب تو اسی برس سے زیادہ کے بزرگ ہو چکے ہیں اور بقید حیات ہیں ، اور اب وہی ان کے جانشین اور سارے بریلویوں کے قبلہ و کعبہ ہیں اور بریلوی فرقہ کے عوام و خواص اب انہیں کو اعلیٰ حضرت " کہتے اور لکھتے ہیں ۔

ابھی چند صفحے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان کے " حسام الحرمین " میں ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر ایک کا فرانہ ، عقیدہ کا جو بہتان لگایا تھا ، حضرت مولانا ، موصوف نے اس سے اپنی براءت ظاہر کرنے کے لئے ایک مختصر رسالہ " بسط البنان " کے نام سے ایک عالم ربانی کی زبان میں لکھا تھا جو عام طور سے ملتا ہے اور آج بھی دیکھا جا سکتا ہے ، اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جو تہذیب

وہ فقرے ذرا بھی گرا ہوا ہو۔ اس "بسط البنان" کے جواب میں ایک رسالہ "وقعات السنان"
اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جو اعلیٰ حضرت کے فرزند مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب کے نام سے شائع ہوا تھا
یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ وہ واقع میں مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا لکھا ہوا تھا یا ان کے نام سے
ان کے والد بزرگوار بڑے اعلیٰ حضرت ہی نے لکھا تھا۔ بہرحال اس میں جو زبان استعمال کی گئی
تھی وہ ان بریلوی حضرات کی "قاطانہ" اور "مناظرانہ" پاکیزہ زبان کا خاص نمونہ ہے۔
ناظرین کرام کسی طرح مندرجہ ذیل اقتباسات کو پڑھ لیں اور سوچیں کہ اس طرح کی غلیظ و گندی
کس کیرکٹر کے آدمی کے قلم سے نکل سکتی ہیں!

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق لکھا گیا ہے۔

(۱) "یہ اپنی دوشیزگی میں وہ تیسرا داخل کرکے"۔ (وقعات السنان ص۲۸)

اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر کرامات دہے۔

(۲) "اُس کی دوشیزگی میں اس تیسرے کا دخول"۔

(۳) "مساۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی" (وقعات السنان ص۳۲)

(۴) "رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کسی کڑے سے پالا پڑا تھا"۔ " ص۳۲

(۵) "اب وہ گھول لوں جس سے مخالف چُندھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ
ہو جائے"۔ (ص۳۹)

(۶) "رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھیرائی پر اترو، دیکھوں تو اس میں تم
میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو"۔ (ص۴۳)

(۷) "رسلیا کی کلا بازیاں ملاحظہ ہوں خصم کے کٹے والی گھبراہٹ میں سب کچھ تو
اُن کہی بول گئی"۔ (ص۴۳)

اور سنیئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(۸) "اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے، سینے ٹوٹ گئے، تہمد پھٹ گئے، دم الٹ گئے، معاف کیجئے، معاف کیجئے، آپ جیتے میں ہارا۔
پچ لب تاتنک سے صدا آنے لگی بس بس کی۔

(۹) "رسلیا کی چک پھیریاں تو گھوم کر بھی مات کرگئیں، اب مسلمانوں کے چھلنے کو چھرکا کاٹتی ہے"

آخر میں ناک بند کرکے اور دل کو کسی طرح روک کے انتہائی بد بودار بس ایک سطر اور پڑھ لیجئے!

(۱۰) "اف ری رسلیا تیرا بھولا پن، خون پوچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے" (ص۲۰۵)

اللہ و رسول اور قرآن پر ایمان لانے والے مسلمانو! تمہیں اسلامی شرم و حیاء اور اخلاقِ محمدی کا واسطہ، اللہ کی بخشی ہوئی شرافت اور انسانیت کا واسطہ، ذرا سوچو اور بتاؤ کیا کوئی شریف آدمی ــــــ ایسی مغلظات بک سکتا ہے، کیا تم نے آوارہ بدچلن بازاریوں کے سوا کسی کا فرقے بھی ایسی شرمناک باتیں کبھی سنی ہیں؟

لیکن یہ بریلویوں کے "اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت" کی پاکیزہ زبان ہے۔ کیا اس کا ایک ایک لفظ ان لوگوں کے کیرکٹر کی طرف کھلے اشارے نہیں کر رہا؟

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اختلاف و نزاع کے موقع پر گالیاں بکنا اور بدزبانی کرنا، منافقانہ خصلت اور نفاق کی علامت ہے" اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ "مومن بندہ فحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا" (ترمذی)

یہاں پھر ہم زلزلہ کے مصنف ارشد القادری صاحب سے ایک سوال کرتے ہیں۔ جس

خوشی ہے کہ آپ نے زلزلہ میں اپنے ان "آکابر اسلاف" کی یہ غلیظ اور بدبودار زبان استعمال نہیں کی۔ مگر ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اس زبان کے بارہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اس زبان کے لکھنے والے آپ کے چھوٹے یا بڑے "اعلیٰ حضرت" جن کے ایک رسالے سے دس عبارتیں اوپر نقل کی گئی ہیں، خدا و رسول اور انسانیت و اخلاق کے مجرم ہیں یا نہیں؟ حدیث نبوی کے مطابق حقیقی ایمان سے محروم اور منافق ہیں یا نہیں؟ آپ نے جس ضمیر اور انصاف کی زلزلہ میں بار بار دہائی دی ہے اگر خود آپ کے پاس بھی اس کا ذرہ ہے تو بتلائیے کہ کیا ایسی زبان بولنے اور لکھنے والے کو شریف آدمی بھی کہا جا سکتا ہے؟

فاحشانہ ذہنیت کا ایک اور انتہائی تکلیف دہ نمونہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب شاعر بھی تھے "حدائق بخشش" ان کے کلام کا غالباً سب سے بڑا مجموعہ ہے جو تین حصوں میں ہے۔ اس کا تیسرا حصہ مولوی حشمت علی خانصاحب کے چھوٹے بھائی محب الرضا مولوی محبوب علی خاں رضوی لکھنوی نے مرتب کرا کے پہلی دفعہ نامی پریس "نابھ پنجاب" میں چھپوا کر شائع کیا تھا۔ وہی ہمارے سامنے ہے۔ اس میں ایک قصیدہ ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بھی ہے اس قصیدے کے دو شعر یہ ہیں۔ (حضرت صدیقہ کی شان میں لکھا ہے)

تنگ و چست ان کا لباس اور جوبن کا ابھار | مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت | کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے برون سینہ و بر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷)

جو شخص سید کائنات امام المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی حرم محترم ام المؤمنین سیّدتنا حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شان اقدس میں یہ ، بازاری زبان استعمال کرتا ہے ، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ذہنیت کس قدر غلیظ ہے اور وہ شرم وحیا ، کے ایمانی عنصر سے کتنا محروم ۔

مرنے سے کچھ پہلے مولوی احمد رضا خاں کی ایک خاص وصیت

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا تعارف ناقص اور نا تمام رہے گا اگر ان کی ایک خاص وصیت کا ذکر نہ کیا جائے جو انہوں نے انتقال سے کچھ ہی پہلے لکھائی تھی ۔ "وصایا شریف" ایک رسالہ ہے جس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے اور خلیفہ مولوی حسنین رضا خاں نے مرتب کرکے شائع کیا تھا ۔ اس میں مولوی احمد رضا خاں کے کچھ حالات بھی ہیں اور ایک وصیت نامہ بھی ہے ۔ جس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ انہوں نے انتقال سے قریبا دو گھنٹے پہلے لکھوایا ۔ اور اس پر دستخط کئے ۔ اس وصیت نامہ میں بارہویں نمبر کی وصیت یہ ہے ۔

"اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو سکے تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں ۔۔۔ دودھ کا برف خانہ ساز ، اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو ۔۔ مرغ کی بریانی ۔۔۔ مرغ پلاؤ ۔۔ خواہ بکری کا شامی کباب ۔۔ پراٹھے اور بالائی ۔ فیرنی ۔۔۔ اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم ۔۔۔ گوشت بھری کچوریاں ۔۔۔ سیب کا پانی ۔ انار کا پانی ۔۔۔ سوڈے کی بوتل ۔۔۔ دودھ کا برف ۔"

ہم اس وصیت پر کوئی تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، یہ وصیت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ذوق و مزاج اور ان کی زندگی کے رخ اور نصب العین کا پورا آئینہ ہے۔

بریلی کے تکفیری فتنہ اور اس کے علمبردار خانصاحب بریلوی کے تعارف میں یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ ہمارے لئے کوئی خوشگوار کام نہیں تھا لیکن ہم نے اس کی ضرورت اسلئے سمجھی کہ ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" میں معصومیت اور مظلومیت کا جو بہروپ بھرا ہے اور "قوم کی عدالت" میں جس مظلومانہ انداز میں اپنا "استغاثہ" پیش کیا ہے اور فریاد کی ہے ناظرین کرام کو معلوم ہو جائے کہ یہ فن کاری اور بہروپیے پن کے سوا کچھ نہیں ہے۔

خدا کا فضل ہے کہ اکابر علمائے حق کے لیے خادم ابھی موجود ہیں جو ایسے بہروپیوں کے مکارانہ لباس کو تار تار کر کے ان ہی کی تاریخ اور ان ہی کی کتابوں سے ان کی اصلی عریاں تصویر بر سر عام دکھا سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں ہم نے اس کی ضرورت اس لئے بھی سمجھی کہ ایک طویل مدت سے یعنی ملک کی آزادی ۱۹۴۷ء سے بھی پہلے سے بریلی کے اس تکفیری فتنہ کو شدہ شدہ بالکل مردہ سمجھ کر ہمارے علمی اور دینی حلقوں میں بھی بالکل ناقابل توجہ بلکہ نسیاً منسیاً کر دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مظاہر العلوم جیسے مرکزی دینی مدارس سے فارغ ہونے والے عام فضلاء بلکہ ہمارے دور کے اساتذہ تک اس بریلی فتنہ کی حقیقت و نوعیت اور امت کے حق میں اس کی زہرناکی اور شدو مضرت سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طبیب اور معالج جس بیماری کی حقیقت و نوعیت اور خطرناکی سے واقف نہ ہو اس کا صحیح علاج و مداوا نہیں کر سکتا۔

پھر اس ناچیز کا یہ بھی تجربہ ہے کہ جن مسلمانوں میں معمولی سی سمجھ بوجھ اور کچھ بھی دینی شعور ہو اگر انہیں کے سامنے بریلی کے تکفیری فتنہ کی حقیقت و نوعیت، اس کی تاریخ اور مولوی احمد رضا خاں

اور ان کی ذریت کے تکفیری و تخریبی کارناموں کی تفصیل ان ہی کی کتابوں سے دیکھی جائے تو وہ خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ غالباً ان لوگوں کے دل خدا کے خوف اور امت کے درد سے بالکل ہی خالی ہیں اور یہ دیانت داری اور شرافت سے بھی بالکل محروم ہیں اور ان کا کام تعمیر کے مقابلہ میں صرف تخریب اور دین و ملت کے خادموں سے بس لڑنا جھگڑنا اور اپنے طلبا اتباع و عوام کو بس ان سے دور رکھنا ہے اور ان کا مقصد اور مطمح نظر صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے جو ناواقف حلقے ورسے ان کی جائیداد بنے ہوئے ہیں وہ حقیقت سے واقف اور باخبر ہو کر ان کے قبضے سے نہ نکل جائیں ۔

بہرحال بریلی کے تکفیری فتنہ اور اس کے بانی و علمبردار مولوی احمد رضا خاں اور ان کی ذریت کے متعلق یہ چند صفحات اسی غرض اور مقصد سے لکھے گئے ہیں ۔

واللہ المستعان ولا حول ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم ۔



کتبہ : قاری سیف اللہ خالد غفرلہ

ارزاں اور خوبصورت دینی مطبوعات جن کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے

العلم والعلماء	علامہ ابن عبد البر مالکی اندلسی	عکسی عمدہ جلد مجلد
اسلام کے بنیادی عقائد	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	عکسی سفید کیس بورڈ
اعجاز القرآن	〃 〃 〃	〃 〃 〃
العقل والنقل	〃 〃 〃	〃 〃 〃
اسلام میں شوریٰ کی اہمیت	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	〃 〃 〃
آداب النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)	〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃
احکام حج (انگریزی)	〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃
آئینہ اسلام (انگریزی)	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	〃 〃 〃
اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی	عکسی عمدہ جلد مجلد
اسلام کا اخلاقی نظام	مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند	عکسی سفید کیس بورڈ
آفتاب نبوت کامل	〃 〃 〃 〃	سفید کاغذ مجلد
اسلامی تہذیب و تمدن	〃 〃 〃 〃	مجلد
اجتہاد اور تقلید	〃 〃 〃 〃	عکسی سفید کیس بورڈ
اصول دعوت اسلام	〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃

انسانیت کا امتیاز	مولانا محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند	عکسی سفید بکس بورڈ
اہل کتاب سنت کی روشنی میں	〃 〃 〃	〃 〃 〃
ابن ماجہ شریف اردو کامل	حدیث کی مشہور کتاب کا اردو ترجمہ	عکسی مجلد
اذان اور اقامت	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
اسلامی آداب	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری	〃 〃 〃
اوثق العریٰ قرآن	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	〃 〃 〃
اکابر کا احسان و سلوک	حضرت مولانا محمد ذکریا مدظلہ	عکسی بکس بورڈ
اکمال الشیم یعنی علم تصوف	از مولانا خلیل احمد سہارنپوری	مجلد کلاں
انتصار الاسلام مع تشریح	حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ	مجلد
انتخاب بخاری شریف	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی (۲ جلد)	عکسی مجلد عمدہ
بزم اشرف کے چراغ	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء کا تذکرہ	عکسی گلیز کاغذ مجلد
بریلوی فتنہ کا نیا روپ	بریلوی علماء کی کتاب "زلزلہ" کا جواب	عکسی سفید بکس بورڈ
بدعت کیا ہے؟	چار مدلل مضامین کا مجموعہ	عکسی مجلد عمدہ
پردہ کے شرعی احکام	حضرت تھانویؒ کے دو اہم رسائل کا مجموعہ	عکسی سفید بکس بورڈ
تفسیر معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	کامل ۸ جلد مجلد
جہاد	〃 〃 〃 〃	عکسی گلیز
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط	پروفیسر خورشید احمد فاروق	عکسی عمدہ جلد مجلد
حضرت فاروق اعظمؓ کے سرکاری خطوط	〃 〃 〃	〃 〃 〃
حضرت عثمان غنیؓ کے سرکاری خطوط	〃 〃 〃	〃 〃 〃

حضرت شاہ ولی اللہ کے سیاسی خطوط	پروفیسر خلیق احمد نظامی	عکسی آفسٹ پیپر مجلد
حیات شیخ الہندؒ	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	عکسی گلیز مجلد
حیات عیسیٰ علیہ السلام	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
حیات خضر علیہ السلام	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	" " "
حدیثِ رسولؐ کا قرآنی معیار	حضرت مولانا قاری محمد طیب	" " "
حیات القلوب فارسی	حج کے مسائل پر اہم کتاب	عکسی سفید مجلد
خاتم النبیینؐ	حضرت مولانا قاری محمد طیب	عکسی سفید بکس بورڈ
ختم نبوت	" " "	" " "
دستِ غیب	میاں اصغر حسینؒ کے تین اہم رسائل	عکسی بکس بورڈ
دیوبند سے بریلی تک	مولانا ابوالوفا رومی	" " "
روایات الطیب	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب	عکسی سفید بکس بورڈ
رحمۃ القدوس ترجمہ و شرح (بخاری شریف کامل ۲ جلد)	مولانا ظفر احمد عثمانی	عکسی سفید مجلد کامل ۲ جلد
سیرۃ الصدیق	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن شیروانیؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
سوانح مولانا رومؒ	حضرت مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	" " "
سال بھر کے مسنون اعمال	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	" " "
سبیل الرشاد	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	" "
سلاسل طیبہ	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی	" " "
سلعۃ القربۃ	نخبۃ الفکر کا اردو ترجمہ (اصول حدیث)	

اور اعلیٰ الکلؒ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ایک دو عبارتیں بھی نمونہ کے طور پر نقل کر دی جائیں ۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ " وہابیوں کی خبر اس طرح لی گئی ہے ۔

" وہابی ایسے کو خدا مانتا ہے ..... جس کا ..... کھانا ، چینا ، پیشاب کرنا ، پاخانہ پھرنا ، ناچنا ، تھرکنا ، نٹ کی طرح کلا کھیلنا ، عورتوں سے جماع کرنا ، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا ، حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا ، کوئی خباثت ، کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں "

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۲۳۳)

مضمون کی افزاء پردازی سے قطع نظر اس ملعون عبارت کے نقل کرنے سے اس وقت مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ بریلویوں کے یہ اعلیٰ حضرت اعلام الکل کس ذوق اور ذہنیت کے آدمی تھے اور زبان کتنی پاکیزہ پائی تھی ۔ ان اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب ہیں دجواب تو اسی برس سے زیادہ کے بزرگ ہو چکے ہیں اور بقید حیات ہیں ، اور اب وہی ان کے جانشین اور سارے بریلویوں کے قبلہ و کعبہ ہیں اور بریلوی فرقہ کے عوام و خواص اب انہیں کو "اعلیٰ حضرت" کہتے اور لکھتے ہیں ۔

ابھی چند صفحے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان کے "حسام الحرمین" میں ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ایک کا فرانہ عقیدہ کا جو بہتان لگایا تھا دحفظ الایمان؟ موصوف نے اس سے اپنی برأت ظاہر کرنے کے لئے ایک مختصر رسالہ " بسط البنان " کے نام سے ایک عام بیانی کی زبان میں لکھا تھا جو عام طور سے ملتا ہے اور آج بھی دیکھا جا سکتا ہے ، اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو تہذیب

فتاویٰ میلاد شریف مع طریقۂ میلاد شریف	حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
فلسفۂ نعمت و مصیبت	مولانا قاری محمد طیب صاحب	مجلد عکسی
قانونِ وراثت (مفید الوارثین)	حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ	عکسی سفید کاغذ
قواعد النحو	عربی زبان کے قواعد آسان زبان میں	بکس بورڈ
کیفیات	مولانا زکی کیفی کا دلکش مجموعۂ کلام	عکسی اعلیٰ کتابت و جلد
کلمۂ طیبہ مع کلمات طیبات	حضرت مولانا قاری محمد طیب	عکسی سفید بکس بورڈ
کلیاتِ سعدیؒ فارسی	شیخ سعدیؒ کی بیس کتابیں یکجا	طبع قدیم زرد کاغذ
گنجینۂ اسرار عملیات	حضرت انور شاہ کاشمیری	عکسی بکس بورڈ
		مجلد عمدہ
گاؤں میں جمعہ کے احکام	حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
مکتوباتِ نبوی (ترتیب) مولانا سید محبوب رضوی صاحب	بارگاہِ نبویؐ سے جاری ہونے والے خطوط زامین اور سیاسی معاہدات کا اہم ترین ذخیرہ	عکسی سفید عمدہ جلد
مسئلہ تقدیر	علامہ شبیر احمد عثمانی و مولانا محمد طیب	〃 بکس بورڈ
مقالاتِ طیبہ	حضرت مولانا قاری محمد طیب	〃 〃 〃
معجزہ کیا ہے ؟	〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃
ملفوظات امام مالکؒ و امام احمد بن حنبلؒ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	〃 〃 〃
مبادیاتِ فقہ	مفتی محمد اسمٰعیل صاحب	〃 〃 〃
مفید الوارثین	مولانا اصغر حسین	عکسی مجلد

مکتوبات امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
معارف گنگوہیؒ	ملفوظات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	〃 〃 〃
مجموعہ رسائل ثلاثہ	حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	〃 〃 〃
مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ	〃 〃 〃
منتہی الارب ۲ جلد	عربی فارسی کی اہم ترین مستند لغت	بڑا سائز دو جلدیں
مسائل سجدۂ سہو	مفتی حبیب الرحمٰن صاحب	عکسی سفید بکس بورڈ
نصیحت نامہ	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	〃 〃 〃
نیک بیبیاں	〃 〃 〃	〃 〃 〃
نماز اور اسکے مسائل ترجمہ اردو	مولانا محمد محترم فہیم عثمانی	〃 〃 〃
〃 〃 〃 (انگریزی)	〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃